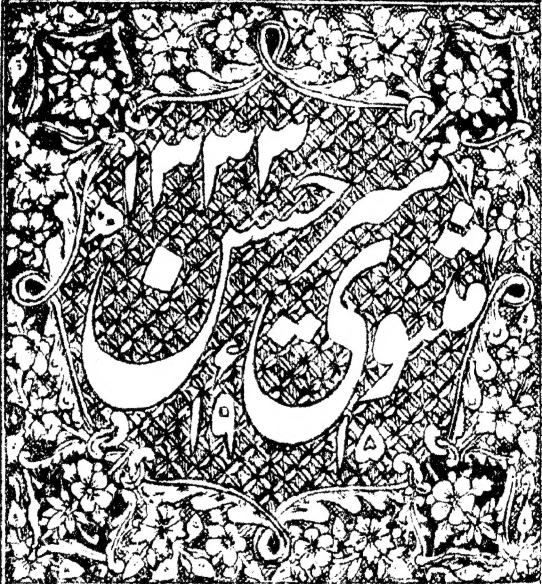


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکتبہ دارالاشیاء جدیدہ کتب خانہ عظیمہ حیدرآباد دکن نمبر مقبول صغیر و کبیر مطبوعہ اہل حق و عین



بابت تمام کتب و جدید ابوحسان قطب الدین احمد برادر اشتر بارہ ماہ مری ۱۹۱۵ء

مطبعہ واقعہ کراچی
 مطبعہ کراچی

استعارات

۸۹۱۳۲۳۱۴

شعوی چار درویش - مؤلف شیخ محمد جان صاحب
شاد قیمت فی جلد ۱۰

شعوی عالم - از نواب بادشاہ محل صاحبہ محاورات
لکھنؤ کا پورا لطف اس شعوی کے دیکھنے سے
حاصل ہوتا ہے قیمت فی جلد ۴

شعوی کلز الہسم - یہ کتاب چھپی تو صد بار مگر جیسے
جلدی قلم سے صحت کے ساتھ ایک بار یہ کتاب طبع ہوئی ہے
اس سے پیشتر کبھی طبع نہیں ہوئی ہے قیمت فی جلد ۳

شعوی مغربی - حضرت مولانا شاہ محمد وحید الدین
مغربی علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے تصوف میں یہ کتاب
بھی لائق قدر کے ہے قیمت فی جلد ۲

پیدمات اردو - اس کتاب میں مشہور قصہ پیدمات
رائی سراندیپ اور راجہ رتن سین والی چند رسیم کی
عاشقی کا ہے قیمت فی جلد ۳

دیوان ظفر مشہور اور عالم پسند دیوان پر قیمت فی جلد ۱۰
مشرق نیرمین - دنیا میں بہت سے قصے چھپے اور کم و بیش
ناظرین کو مطہر مع بھی ہوئے مگر یہ عاشقانہ ناول بلحاظ عبارت
و جانت قصہ اچھوٹا اچھا نہیں ہو برا بھی نہیں ہے قیمت فی جلد ۴
دیوانہ واقعہ - عجب دل لگی کی کتاب ہے چھوٹے چھوٹے
قصے اور ذرا ذرا سے چٹکے چٹکے سے خود بخود ہنسائی

لیکھے ہیں قیمت فی جلد ۱۰
آدم الش محفل - یہ مشہور کتاب حاتم کی سخاوت اور
شجاعت میں نہایت عمدہ لائق دید ہے قیمت فی جلد ۵

نصائح ولیدیر - اس ناول میں روح اور دل اور
دانش کا قصہ نہایت دلچسپ ہے قیمت فی جلد ۱۰

نشاط عشق - یہ دلچسپ قصہ کنور محمد مشوق علی
خالصا صاحب کی مدح و تحسین کی تالیفات سے ہے قیمت فی جلد ۱۰

گلشن جانفرا - قصہ بھی عمدہ اور عبارت بھی
نفیس ہے قیمت فی جلد ۵

قصہ دلائل محتملہ - اس قصہ میں یہ بات دکھائی
گئی ہے کہ ایک عورت نے اپنی تیزی طبیعت اور
عیاری سے بات بات میں کیسے کیسے دھوکے کا پتلا

وزیر قاضی کو تو ال دغیرہ کو دیے اور حیران کیا ہے
قیمت فی جلد ۱۰

بارغ و بہار - یہ قصہ چار درویشوں کا اردو زبان میں
عام پسند ہے قیمت فی جلد ۴

بہار دانش اردو - یہ اسی مشہور درسی کتاب کا
ترجمہ ہے جس سے ہر شخص واقف ہے قیمت فی جلد ۶

ہنس جواہر اردو - یہ قصہ بھاکا زبان میں قاسم شاہ
مرحوم کی یادگار سے ہے جسے مطبع نامی لکھنؤ نے
اردو زبان میں ترجمہ کر کے طبع کیا ہے قیمت

فی جلد ۲

شکوہ محبت - حصہ دوم فناء عجائب مرزا
رجب علی بیگ سرور کی تالیفات کا ہے قیمت فی جلد ۱۰

نورین - مشہور قصہ ہے قیمت فی جلد ۵

قصہ اگر گل بالقصویر - یہ مشہور قصہ ہے قیمت
فی جلد ۲

قصہ غام و فتنہ - اردو نثر میں یہ قصہ بڑی مذاق کا
قیمت فی جلد ۱۰

کلز الہ ایم - یہ مشہور قصہ ابراہیم ادہم کا ہے
قیمت فی جلد ۲

ایجاد رنگین - اردو نظم میں چھوٹے چھوٹے قصے
نصائح آمیز اس کتاب میں ہیں قیمت فی جلد ۱۰

سنگاسن تپسی - یہ مشہور قصہ ہے قیمت فی جلد ۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعلنا من آل أبي طالب

مؤمنين كونهن لاشأى بهن جبره قدسهم من ظلمة بهنجو بدو منير مقبول اصغیر وکر

مثنوی

با تمام کسرتن برید او حسنات قطره

مطبع
کتابخانه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان رقم
بین
ٹھا

جُھکا جسکے سجدے کو اول قلم
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
تری ذات ہو وحدہ لا شریک
کہ ہو ذات تیری غفور الرحیم
تجھے سجدہ کرتا چلیں سر کے بل
قلم جو لکھے اُس سے افزد ہو
مراد دل و جان اُس سپہ قربان ہو
وہ ابیر کرم ہے ہوا دارِ خلق
وے پرورش سب کی منظور ہے
جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
پر اُس بن تو کوئی کسی کا نہیں

دوسرے نہیں اُس سے رفت و گزشت
 کون اور کس کی بابت رہی
 سب میں اور سب میں ہوا شکار
 سب میں اُس سے وہ ہر سب سے پیش
 پس میں ہو و حرت کے کیتا وہ گل
 اسی سے ہو کعبہ اُسی سے کنشت
 جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
 وہی مالک الملوک دنیا و دین
 ابے نمود و ن کی اُس سے نمود
 کی نظر سے ہو ہم سب کی دید
 نور ہے سب طرف جلوہ گر
 اُس سے خالی غرض کوئی شے
 نہ کوئی نہیں ہو وہ نہ ہو سنگ میں
 وہ ظاہر میں ہر چہ مظلوم نہیں
 تامل سے کیجے اگر غور کیجے
 اُسی گل کی دوسرے خوشبو گلاب
 پر اُس سے اُس کے بہنا نہیں

اُسی کی طرف سب کی ہے باز گشت
 ہوئے اور جیتے وہی ہے وہی
 یہ سب اُس کے عالم میں ہر درہ ہزار
 ہمیشہ سے ہو اور رہے گا ہمیش
 کہ مشتاق ہیں جسکے یان جز و کل
 اُسی کا ہر دوزخ اُسی کا بہشت
 جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام
 ہو قبضے میں اُس کے زمان و زمین
 دل بستگان کا ہو اُس سے کشود
 اُسی کے سخن پر ہو گفت و شنید
 اُسی کے یہ درے ہیں شمس و قمر
 وہ کچھ شے نہیں پر ہر اک شے میں ہو
 ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
 یہ ظاہر کوئی اُس سے ہر نہیں
 تو سب کچھ وہی ہے نہیں اور کچھ
 پھر سے ہو لیے ساتھ زوہل حباب
 سمجھنے کی ہے بات نہنا نہیں

<p>قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار کہ عاجز ہے یاں انبیا کی زبان اس عہد سے کوئی بھی نکلا نہیں وہ معبود دیکتا خدا سے جہاں دیا عقل و ادراک اُسے ہمیں پیغمبر کو بھیجا ہمارے لیے جہاں کو اُنھوں نے دیا انتظام دکھائی اُنھوں نے ہمیں راہِ راست سو وہ کون سی راہِ شرعِ نبی</p>	<p>لکھے کس طرح حمد پر دروگار زبانِ قلم کو یہ قدرت کہاں سوا عجز درپیش یاں کچھ نہیں کہ جس نے کیا کُن میں کون و کون کیا خاک سے پاک اُسے تہ وصی اور امام اُسے پیدا کیا بُرائی بھلائی سو جھائی تمام کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی</p>
--	--

نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

<p>نبی کون پسنی رسولِ کریم ہوا گو کہ ظاہرین اُمّی لقب بغیر از لکھے اور کیے بے رقم ہوا علمِ دین اُس کا جو آشکار اُٹھا کفرِ اسلام ظاہر کیا کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے نبوت جو گئی حق نے اُس پر تمام</p>	<p>نبوت کے دریا کا دُرِ قیم پر علم لدنی کھلا دل پہ سب چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار بتوں کو خدائی سے باہر کیا بنایا نبوت کا حقدار اُسے لکھا اشرف الناس خیر الانام</p>
--	--

خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے
 کھڑے ہوں جہاں باندھ صفت مرسلان
 تجلی طور اُس کی مشعل فروز
 سلیمان سے کئی مُہر دار اُسے وان
 زرہ ساز دَاؤ د سے وان ہزار
 ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہین
 کہ رنگِ دوئی و انتاک آیا نہ تھا
 ہوا صرف پوششِ مین کعبے کی سب
 کہ تھا گل وہ اک معجزے کا بدن
 نہ آیا لطافت کے باعث نظر
 کہ تھا وہ گلِ قدرتِ حق کی بو
 اُسی نورِ حق کے رہا زیرِ پا
 کسی کا نہ منہ دیکھا دیکھ اُسکے پاتوں
 قدم اُسکے سانس کا تھا عرشِ سر
 مجھے خوب سوچھی پہ ہر شرط غور
 سمجھ مایہ نور کھل المص
 زمین پر نہ سائے کو مرنے دیا

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
 کروں اُسکے رتبے کا کیا مین بیان
 مسیح اُسکے خگاہ کا پارہ روز
 خلیل اُسکے گزار کا باغبان
 خضر اُس کی سحر کار کا آبدار
 محمد کے مانند بہک مین نہیں
 یہ تھی رمز جو اُسکے سایا نہ تھا
 نہ ہونے کا سایہ کے یہ تھا سبب
 وہ قد اس لیے تھا نہ سایہ فلک
 بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر
 عجب کیا جو اُس گل کے سایہ نہو
 خوش آیا نہ سا۔ کو ہونا جدا
 نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی تاون
 وہ ہوتا زمین گیر کیا فرس پر
 نہ ہونے کی سایہ کے اک وجہ اور
 جہاں تک کہ تھے یان کے اہل نظر
 سبھون نے لیا پتلیوں پر اٹھا

<p>سیاہی کی پتلی کا ہے یہ سبب وگر نہ یہ تھی چشم اپنی کسان نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا</p>	<p>وہی سایہ پھرتا ہوا اور زمین اب اُسی سے یہ روشن ہو سارا جہان ملائک کے دل میں سما یا رہا</p>
<p>سلام اُن پہ جو اُنکے اصحاب ہیں خدا نے اُنھوں کو کہا مومنین خدا اُنسے راضی رسول اُنسے خوش ہوئی فرض اُنکی ہمیں دوستی</p>	<p>تحریرت اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین دو اصحاب کیسے کہ اجباب ہیں وہ ہیں زمین و آسمان و زمین علی اُنسے راضی رسول اُنسے خوش کہ ہیں دل سے جان نثار نبی</p>
<p>نہیں ہمسرا سکا کوئی جز علیؑ ہوئی جو نبوت نبی پر تمام جہان فیض سے اُنکے ہو کامیاب علی دین و دنیا کا سردار ہے دیا امامت کے گلشن کا گل علی رازدارِ خدا و نبی علی بن ابی طالب خاص درگاہِ حق علی ولی امین خاتم رسول</p>	<p>منقبت امیر المومنین حضرت علیؑ والسلام کہ بھائی کا خدا و وصی کا وصی ہوئی نعمت اُنکے وصی پر تمام نبیؐ آفتابِ رحمتی ماہِ تاب کہ مختار اُنکے گھر کا مختار ہے بہارِ نبات کا باغِ سُبُل خبردارِ سرِ خفی و جلی علی سالک و رہبر و راہِ حق لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول</p>

کے یوں جو چاہے کوئی میر سے
خدا نفس پیغمبرش خواندہ است
بہمان بات کی اب سمائی نہیں
بنی و علی ہر دو نسبت ہم
علی کا عدد و وزخی دو زنی
بنی و علی فاطمہ زین
ہوئی اُنپہ دو جگہ کی تمام
علی سے لگاتار ہدی دین
آنھوں سے تمام امامت کا گھر
صغیرہ کہ سے یہ پاک ہیں
ہو ابان سے ظاہر کمال رسول

نسبت علی کو نہیں غیر سے
افضیت بکس ماندہ است
بنی اور علی میں جدائی نہیں
دو تاؤ کی چون زبانِ مسلم
علی کا محب جنتی جنتی
حسین ابن حیدر یہ ہیں پنجتن
آنھوں پر درود اور آنھوں پر سلام
یہ ہیں ایک نور خدا سے برین
کہ بارہ ستون ہیں یہ اثنا عشر
حسابِ عمل سے یہ بیباک ہیں
کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

امناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

اکیں رسولِ امین
بحقِ دل و بہ آلِ رسول
اکیں بندہ گنہگار ہوں
مجھے انیسویں سے پروردگار
میری عمر ہی یہ کہ جب تک جیوں

بحقِ علی و باصحابِ دہ
کردن عرض جو میں ہو ہوش
گناہوں میں اپنے گناہوں
کہ تو ہے کریم اور
شرابِ محبت کو تیرے ہی بیون

سوا تیری اُلفت کے اور بے ہوش
جو غم ہو تو ہو آل احمد کا
رہے سب طرف سے مرے دل کو چین
کسی سے نہ کرنی پڑے التجا
صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ
مری آل و اولاد کو شاد رکھ
میں کھاتا ہوں جنکا نام اے کریم
جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ
بر آوین مرے دین و دنیا کے کام

یہی ہونہ ہو اور کچھ اتنا بچ بیچ
سو اس الم کے نہ ہو کچھ الم
بحق حسن اور بحق حسین
ذکر خود بخود میری حاجت روا
خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ
مرے دوستوں کو تو آباد رکھ
سدا رحم کر ان پہ تو اے رحیم
رہو نین عزیز و نین عزت کے ساتھ
بحق محمد علیہ السلام

تعریف سخن

پلا مجھ کو ساقی شراب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہی
سخن کے طلبگار ہیں عفت مند
سخن کی کرین مت در مردان کار
سخن سے وہی شخص رکھتا ہو کام
سخن سے سلائیٹ کی بھلائی رہے
کہان رستم دیو و افراسیاب

کہ مفتوح ہو جس سے شراب سخن
سخن ہی تو ہی اور کیا بات ہی
سخن سے ہی نام نکو و نبلند
سخن نام اُنکار طے قرار
جسے چاہیے ساتھ نیکی کے نام
زبانِ قلم سے بڑائی رہے
سخن سے رہے یاد یہ نقشِ خواب

سخن کا صلہ یا رد دیتے رہے	جو اہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے	سخن سنج اسکا خریدار ہے
رہے جب تلک داستان سخن	اکھی رہیں شہر دوان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر	زمین بوس ہوں جسکے شمس و قمر
بہان اُسکے پر تو سے ہی کامیاب	وہ ہے ہرج اقلیم میں آفتاب
اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ	جرمان ہو دسے اور ہو جماندا شاہ
وہ مہر منور یہ ماہ منیر	اور اُسکا یہ بچم سعادت وزیر

مدح وزیر الممالک نواب صفی الدولہ بہادر کی

فلک رتبہ نواب عالی جناب	کہ ہو آصف الدولہ عسکنا خطاب
وزیر جہان حاکم عدل و داد	ہے آبادی ملک جسکی مراد
بہان عدل سے اُسکے آباد ہے	غریبوں فقیروں کا دل شاد ہے
پھر بھانگتا مور سے فیصل مست	زیر دست ظالم پہ ہی زیر کمرست
اکتان پر کرے مہر اگر بد نظر	تو آدھا ادھر ہو اور آدھا اندر
کسی کا اگر مفت لے زلف دل	تو کھایا کرے بیچ وہ متصل
وہ انصاف سے جو گزند نہ بین	اسی پر کہ فی شخصہ تا نہیں
نہ ہو باطل بکری میں کچھ گفتگو	اگر اسکا چیتا نہ ہو دسے پھو

<p>تو باز آئے چنچ کہ تہری رہے صبا کھینچ لیجاوے اُسکو بزدل پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے تو گلگیر لے شمع کا کاٹے کسے یاد ہے یہ خداداد ہے سد افتنہ دہر سو یا کرے پڑے گھر میں چوراہے رستے ہیں سب کہ ہر نام سے اُسکے مشتق امان</p>	<p>گر آواز سن صید کی کچھ کہے پھرے شمع کے گرد گر آ کے چوہ نہ لے جب تلک شمع پڑ دانی اگر آپ سے اُس پہ وہ آگرے گر احیاناً اُسکے جلیں بال و پر اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے ستم اُسکے ہاتھوں سے رو یا کرے گھر دن میں فراغت سے سوتے ہیں سب وہ ہے باعث امن خرد و کمان</p>
---	---

بیان سخاوت کا

<p>تو زردیر کاغذ پہ ہووے قلم دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر اکہ اکدن دو شالے دیے سات سی اکہ ہو جسیہ قربان حاتم کی جان گرائی سی ہونے لگی ایک سال تو تکل کا بھی پانوں چلنے لگا خدا کی دیاراد بین مال و زر</p>	<p>بیان سخاوت کروں جو رستم نظر سے توجہ کی دیکھا جھرم سخاوت یہ ادنیٰ سی اک اُسکی ہی سوا اسکے ہے اور یہ داستان ہوئی کم جواک بار کچھ برشکال غریبوں کا فہم سا نکلنے لگا وزیر الممالک نے تدبیر کر</p>
---	--

<p>کہ ناڑے سے اس غم کی کھولین گرہ کئی لاکھ لاکھ ایک دن میں دیے لیا ہاتھ نے اُسکے گرتوں کو تھام یہ آئین سرداری و سروری تکلف ہو آگے سخاوت کا نام کہ ایک ایک یاں ہو گیا ہی غنی چٹک کی کلی کی نہ ہو وے صدا تو خجالت سے جائے زمین میں گڑی اثر ابر نیسان سے ہو وے عدم فلاحیون طبعیت اسطون نژاد تب اُسکو دیا ہی یہ کچھ مال زر</p>	<p>محملہ و یا حکم یہ یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب کیجے یہ لغزش پڑی ملک میں جو تمام یہ بندہ نوازی یہ جان پروری ہوئی ذات بر اُس سخی کی تمام فقیروں کی ہے یاں تلک تو بنی یہ کیا دخل آواز دے جو گدا قح لیکے نرس جو ہو وے کھڑی نہ ہو اُسکا شامل جو ابر کرم ہر اک کام اُسکا جہان کی مراد جب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر</p>
--	--

بیان شجاعت کا

<p>قلم ہو مرا ستم داستان اجل کا طمانچہ قسم اُس کی کھائے دل آہن اُس جا پہ ہو وے کیود نظر آئے دشمن سے میدان صاف ملا دیوے اُس تیغ سے منہ کھو</p>	<p>لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیان غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اٹھائے کرے جس جگہ زور اُسکا نمود چلے تیغ گر اُسکی روزِ مصاف اگر بے حیائی سے کوئی عدو</p>
---	---

تو ایسی ہی کھا کر گرے سر کے بل
 نہ کیونکر ہو وہ تیغ برقی غضب
 ہوئی ہم قسم اُس کی تیغ اجل
 لگاوے اگر کوہ پیر ایک وار
 غضب سے غضب سیکے کانپا کرے
 اور اس زور پر ہے یہ علم وحیا
 جہان تک کہ ہیں علم کسب و کمال
 سخندان سخن سنج کشیدین زبان
 سخن کی نہیں اُس سے پوئیدہ بات
 سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں
 سدا سیر پر اور قاشے پہ دل
 رہو اُسکو کیونکر ہو اس کے شکار
 دلیروں کو دیس دلیروں سے کام
 شہوان راغزو است مشق شکار
 کھلے بند ہیں جتنے صحران صید
 رہر شمشیر دل آہوان سوختہ
 تنہا است از باجست کا یہ کام ہو

اگر سر پر گھڑی اُسکے روئے اجل
 کہ ترش کے کشید جو ہرین سب
 نکلتے یہ گر پڑے وہ اُنک
 گذر جائے یوں جیسے صابن میں تار
 تہوڑے ہیبت بھی اُسکے ڈرے
 کہ ہے خلق کا جیسے دریا ہر سا
 ہر اک فن میں ماہر ہو وہ خوش خصال
 وزیر جہان و وحید زمان
 غواض میں سب سہل اُنکی نکست
 کھلتی تھی باجست و نرات میں
 کشادہ دلی اور خوشی متصل
 تہوڑے شمار دن کا ہے یہ شمار
 کہ رہتا ہوشیرون کو شیروں سے کام
 کہ آید بے صید دلہا بکار
 ہیں نواب کے دام الفت میں قید
 بغیر اک او چشمہ داد و خست
 در حر با تھ میں ہے کہ یاد ام سہ

نہ ہوتا اگر اُس کو عزمِ شکار
نہ نہتے جہان بیچ خرد و بزرگ
یہ انسان پر اُسکا احسان ہو
بنائی جہان اُس نے پنچ گاہ
کما صید بحرِی چس دم خیال
اگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر
سہمِ مجھ نکلتے ہیں دریا میں سوس
چہرہ وں کا دل اُس طرف ہو لگا
ہلنگوں کا ہے بلکہ جیت لہی
چراغِ اسکی سن کر نہ گنیڈا چلے
جو کچھ دل میں گنیڈے کے آؤ خیال
کھڑے رہنے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ
اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل
سو وہ تو اطاعت میں یکدست ہیں
اُسی کے لیے گو کہ ہیں وہ پہاڑ
کہ شاہدِ مشرفِ سواری سے ہوں
چلن جب یہ کچھ ہو دینِ جیوان کے

درد وں سے بچتا نہ شہر و دیار
یہ ہو جاتے سب لقمہ شیر و گرگ
کہ بے خوف انسان کی جان ہو
رہے صید و ان کے شام و گپہ
لیا پشت پر اپنے ماہی نے جال
کہ ٹاپو پہ گرتے ہیں آن آن کر
خوشی سے اچھلتے ہیں دریا میں سوس
پرند وں کو رہتی ہے اُسکی ہوا
کر آ بندھا دے ہماری کوئی
کہ باٹھی بھی ہو مست انیڈا چلے
تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال
کہ جی کون دیتا ہے بد بد کے ہوڑ
پلک اُسکی آنکھوں میں ہو رُو و نیل
نفسہ میں محبت کے سبست ہیں
قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ
سرافراز چل کر غماری سے ہوں
تو پھر حق بجانب ہو انسان کے

کسے ہو نہ صحبت کی اُسکی ہو س | ولے کیا کریں جو نہ ہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

<p>فلک بارگاہ ملک درگاہ نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے پیر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش سو میں اک کہانی بنا کر نئی لے آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز مرا عذر تقصیر ہووے قبول رہیں شاد آباد کل خیر خواہ رہے جاہ و حشمت ترا یہ دم اب آگے کہانی کی ہی داستان</p>	<p>جد امین جو قدموں سے تیرے رہا رکھا مجھ کو محروم تقدیر نے دیا ہی مدد سے تری مجھ کو ہوش دُرِ فکر سے گو مدد لڑیاں کئی یہ امید ہے پھر کہ ہوں سرفراز بہ حق عسلی وہ آل رسول پھر میں اس گھرانے کے دشمن تباہ بہ حق محمد علیہ السلام ذرا سنیے دل دیکے اسکا بیان</p>
---	--

آغاز داستان

<p>کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ بہت حشمت و جاہ و مال و مال کئی بادشاہ اُسکو دیتے تھے باج کوئی دیکھتا کہ جب اُسکی فوج ملوے کے اُسکے جوادنی تھے خر</p>	<p>کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پشاہ بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال خطا و ختن سے وہ لیتا خراج تو کہتا کہ ہے بھر ہستی کی موج اُنھیں نعلبندی میں ملتا تھا اندر</p>
---	---

جہان تک کہ سرکش تھے اطراف کے
 رعیت تھی آسودہ و بے خطر
 عجب شہر تھا اُسکا مینو سواد
 لگے تھے ہر اک جا پہ وان سنگ خشت
 زمین سبز و سیراب عالم تمام
 عمارت تھی گچ کی وہاں بیشتر
 کہیں چاہ و منبع کہیں حوض و نہر
 کروں اُسکی وسعت کا کیا میں بیان
 ہنرمند و ان اہل حرفہ تمام
 یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا
 جہان تک کہ رستے تھے بازار کے
 وہ چختہ و کانون کے دیوار و در
 صفحہ پر جو اُس کی نظر کر گئے
 کہوں قلعہ کی اسکے کیا میں شکوہ
 وہ دولت سراخانہ نور تھا
 ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
 سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ

وہ اُس شہ کے بہتے تھے قدموں لگے
 نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
 کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
 ہر اک کو چہ اُسکا تھا رشک بہشت
 نظر کو طراوت وہاں صبح و شام
 کہ گزرے صفائی سے جس پر نظر
 ہر اک جا پہ آبِ لطافت کی لہر
 کہ چون صفہاں تھا وہ نصفِ جہان
 ہر اک نوع خلقت کا تھا از دحام
 کہ ٹھہرے جہاں بس وہیں دل لگا
 کہے تو کہ دستے تھے گلزار کے
 سفیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
 اُسے دیکھ کر سنگ مرمر گئے
 گئے دب بلندی کو دیکھ اُسکی کوہ
 سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
 نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
 نہ تھا رعیت سے اپنی کوئی تنگ

غنی وان ہوا جو کہ آیا تبساہ
 نہ دیکھا کسی نے کوئی وان فقیر
 کہانتک کہوں اُسکا جاہ و حشم
 سدا ماہر و یون سے بہت اُسے
 ہزار دن پری پیکر اُسکے غلام
 کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم
 اسی بات کا اُسکے تھا دل پہ داغ
 دنوں کا عجب اُسکے یہ پھیر تھا
 وزیروں کو اک روز اُسے بُلا
 کہ میں کیا کرونگا یہ مال و منال
 فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج
 جوانی تو میری گئی سبب
 وریغا کہ عمر جوانی گزشت
 بہت ملک پر جان کھو یا کیا
 رہے بے تمیزی و بے حاصلی
 وزیروں نے کی عرض کہ ای آفتاب
 فقیری جو تجھے تو دنیا کے ساتھ

عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
 ہوئے اُسکی دولت سے گھر گھر امیر
 محل و مکان اُسکا رشکِ ارم
 سدا جامہ زیہون سے رغبت اُسے
 کمر بستہ خدمت میں حاضر مدام
 مگر ایک اولاد کا تھا الم
 نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ
 کہ اُس روشنی پر یہ اندھیر تھا
 جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا
 فقیری کا ہی میرے دل میں خیال
 نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
 نمودار پیری ہوئی سر بسر
 جوانی گلو زندگانی گزشت
 بہت فکر دنیا میں سو یا کیا
 کہ از فکر دنیا و دین غافل
 نہ ہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب
 نہیں خوب جانا اُدھر خالی ہاتھ

کہ تا دو جہان میں رہے حال نیک
 کہ ایسا نہ ہو وے کہ پھر ب کہیں
 کہ بر آسمان نیز پر را حستی
 فقیری میں صنائع کرو اسکو مت
 کہ وان جا کے خرمن بھی تیار ہو
 کہ اس فیض سے ہی تھاری نجات
 سو اسکا ترود بھی کرتے ہیں ہم
 کہ وہ تم نہ اوقات اپنی تلف
 کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطو
 نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
 وے اہل تنجیم کو بھیج خط
 غرض یاد تھا جنکو اس ٹکڑے کا فن
 جو ہیں دور و مشہور وہ ب گئے
 دعا دی کہ ہوں شہ کے بہار بخت
 کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام
 مرا ہی سوال اسکا لکھ جواب
 کسی سے بھی اولاد ہی یا نہیں

کرو سلطنت لیکن اعمال نیک
 جو مائل ہیں وہ سوچ میں ٹاک ہیں
 تو کار زمین را انکو ساحتی
 یہ دنیا جو ہے مزرعہ آخرت
 عبادت سے اس کشت کو آب دو
 رکھو یا عدل و سخاوت کی بات
 مگر ہاں یہ اولاد کا ہے جو غم
 عجب کیا کہ ہو وے تمہارے خلف
 نہ لاؤ کبھی یا اس کی گفتگو
 بتاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو
 تسلی تو دی شاہ کو اس منط
 نجومی و زوال اور تیرہ من
 بلا کر انھیں شہ کے لے گئے
 پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت
 کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام
 نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
 نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں

لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
 لگا دھیان اولاد کا اُس کے ساتھ
 کئی شکل سے دل گیا اُن کا کھل
 کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی
 بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق
 تو ایک ایک نقطہ ہے فردِ خوشی
 کہ طالع میں فرزند ہی ترے نام
 پیا کرے وصل کا تو فرج
 کہ ہم نے بھی دیکھی ہو اپنی کتاب
 عملِ پناسب کر چکا ہے زحل
 خوشی کا کوئی دن میں آنا ہی دور
 تو دیکھا کہ ہر نیک سب کی نظر
 تو کچھ اُنکلیوں پر کیا بھر شمار
 اُٹلا اور بر جھپک پر کر نظر
 چند رمان سا بالک تر سے ہو ویگا
 نہ ہو گر خوشی تو نہیں برہمن
 کہ آیا ہی اب پانچواں آفتاب

یہ سن کر وہ رمال طالع شناس
 دھڑے تختے آگے لیا قرعہ ہاتھ
 جو پھیلکین تو شکلیں کئی بیٹھیں مل
 جماعت نے رمال کی عرض کی
 یہ سن ہم سے اوی عالموں کے شفیق
 بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی
 ہو اس بات پر اجتماعِ تمام
 زن و زوج کی شکل میں ہو فرج
 نجومی بھی کہنے لگے در جواب
 نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل
 ستاروں نے طالع کے بدلے ہیں طول
 نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
 کیا پند توں نے جو اپنا بچار
 جہنم پستہ شاہ کا دیکھ کر
 کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا
 نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن
 مہاراج کے ہونگے مقصدِ شتاب

کہ آئی ہوا اب پانچویں مشتری
 کہ دیتی ہے یوں اپنی پوتھی خبر
 کہ میں اس بھلے میں بڑے طور بھی
 خطر ہوا سے بارہویں برس میں
 بلندی سے خطرہ ہوا سکو تمام
 رہے برج میں یہ چارہ
 کہو جی کا خطرہ تو اُس کو نہیں
 مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے
 کوئی اُسکی معشوق ہوا ستری
 خرابی ہوا سپر کسی کے سبب
 کہ دنیا میں تو ام ہو شادی و غم
 جو چاہے کرے میرا پروردگار
 منجم وہاں سے برآمد ہوے
 لگا مانگنے اپنے حق سے مراد
 لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا
 لگائی اُدھر تو پایا چراغ
 ہوئی کشت امید کی بارہور

نصیبوں نے کی آپ کے یادری
 مقرر ترے چاہیے ہو پسر
 ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی
 یہ لڑکا تو ہو گا ولے کیا کہیں
 نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
 نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ
 کہا سن کے یہ شہ نے اُنکے تئیں
 کہا جان کی سب طرح خیر ہے
 کوئی اُس پر عاشق ہو جس و پری
 کچھ ایسا نکلتا ہی پوتھی میں اب
 ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
 کہا شہ نے اسپر نہیں اختیار
 یہ فرما محل میں درآمد ہوے
 خدا پر زبس اُسکو تھا اعتقاد
 خدا سے لگا کر نے وہ
 نکالا مرادون کا آغوش
 اکر م نے کیے جو اثر

اُسی سال میں یہ تماشا سُنو	رہا حمل اک زوجہ شاہ کو
جو کچھ دل پہ گزرے تھے بچِ نقب	مبدل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بنیظیر کی

خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب	کوئی دن میں بچپا ہی چنگ و رباب
کروں نغمہ تہنیت کو شروع	کہ اک نیک اختر کرے ہی طلوع
گئے نو مہینے جب اُسپر گزر	ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر
عجب صاحبِ حُسن پیدا ہوا	جسے مہر و مہ دیکھ شہیدا ہوا
لُطر کو نہ ہو حُسن پر اُسکے تاب	اُسے دیکھ بیتاب ہوا آفتاب
ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر	رکھا نام اُسکا شہ بنیظیر
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جہا	کئی نذرین گذرا نیاں اور کہا
بہار کتنے ایشہ نیک بخت	کہ پیدا ہوا وارثِ تاج و تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم	فلک مرتبت اور عطار درقم
رہے اُس کے اقلیم زیرِ نگیں	غلامی کرین اُس کی خاقانِ چین
یہ سنتے ہی مژدہ پہنچا جانماز	کیے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار	نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار
دو گانہ غرضِ شکر کا کردار	تہتہ کہا نے جشن کا
وہ نذرین خواصوں کی فوجوں کی لے	مخیر وزیر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
 نقیبوں کو بلو اسکے یہ کہدیا
 کہ نوبت خوشی کی بجا دین تمام
 یہ مشرودہ جو پہونچا تو نقارچی
 بناٹھاٹھ نقار خانے کا سب
 غلات اُنہ بانا تہ ہرزہ کے ٹانک
 دیا چوب کو پہلے ہم سے ملا
 کہا زیر نے ہم سے بہر شگون
 بچے شاد دیا نے جو دان اُس گھڑی
 بہم مل کے بیٹھے جو شہنا نواز
 سروں پر وہ سر پہچ معمول کے
 لگے لینے او پچین خوشی سے نئی
 اٹکوروں میں نوبت کی شہنا کی دھن
 ترہی اور قرناے شادی کے دم
 سنی جھا بچھ نے جو خوشی کی نوا
 نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
 محل سے لگاتا بہ دیوان عام

کہو خانسا مان سے تیار ہو
 کہ نقار خانے میں دو حکم جا
 خبر سنے یہ شاد ہوں خاص و عام
 لگا ہر جگہ بادلہ اور زری
 مہیا کر اسباب عیش و طرب
 شتابی سے نقار و نکوسینک سانک
 لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
 کہ دون دون خوشی کی خبر کیوں نہ دون
 ہوئی گرد و پیش کے خلقت گھڑی
 بناٹھ سے پھر کی لگا اُسپہ ساز
 خوشی سے ہوے گال گل پھول کے
 رانا لگا بجنے اور گھڑی
 گھڑ سننے والوں کو کہتی تھی سن
 لگے بھرنے زیل اور کھرج میں بہم
 تھرکنے لگاتا لیون کو بجسا
 کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی
 عجب طرح کا اک ہوا از دحام

<p> لگے کھینچنے زر کے تو دے فقیر مشائخ کو اور پیر زادوں کو گائوں وزیروں کو الماس لعل و گہر پیائے جو تھے اُنکو گھوڑے دیے جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار ہوئی آہے آہے مبارک کی دھوم کہا تک میں لون زرتکاروں کا نام دھنی دست کے اور آواز کے لگے گانے اور ناچنے ایک بار بہا ہر طرف جو ہے عشرت کا آب صد ااو بچی ہوئے لگی جنگ کی خوشی سے ہر ایک اُنکی ترپن ملا ملا مسرطنپورون کے مردنگ کے سجائے لگے سب وہ چالاک حسیت اٹھا گنبد چرخ سارا دھمک لگے ناچنے اُس پہ اہل نشاط وہ پاتون کے گھنگھوڑے جھنکتے ہوئے </p>	<p> چلے لیکے نذرین امیر و وزیر دیے شاہ نے شاہزادہ کناٹوں امیرون کو جاگیر شکر کو زر خواصوں کو خوبون کو جوڑے دیے خوشی سے کیا یان تاک زرتکار کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم لگا کچھنی جو نہ بڑے تمام جہانک کہ سازندے تھے ساز کے جہانک کہ تھے گانک ورنے کار لگے بجے قانون و بین و رباب لگی تھاپ طبابوں کی مردنگ کی کہا بچوں کو سارنگیوں کو بنا لگا موم تارون پہ ممتھ جنگ کے ستارون کے پردے بنا کر درست گئی بائین کی آسمان پر گماک خوشی کی زبس بہر طرف تھی بساط کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے </p>
--	---

پھر کنا وہ نتھنے کا ہر آن میں
 دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی بہ ہاتھ
 نظر سے کبھی دیکھتا بھالنا
 کبھی اپنی امیگ کو لینا چھپا
 کسی کے وہ کھڑے بہنتھ کی بھین
 شفق میں عیان جیسے شام و سحر
 جسے دیکھ کر دل کو ہوا اضطراب
 وہ گردن کے دورے قیامت غضب
 کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
 کر پردے میں ہو جائے دل لوت پٹ
 کہ دل لیجیے تان کی جان یہ
 پر م جوگ لچھی کی لے پر ملو
 اکھڑی عاشقوں کے دلوں کو سٹے
 کوئی ددے میں جتا اپنا فن
 نئی طرح سے داغ دینا اٹھین
 کبھی ہاتھ اٹھا لیون گرتوں کو تھام
 اکہین قول و قلبانہ و نقش و گل

وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں
 وہ گھٹنا وہ ڈھنسا اداؤں کے ساتھ
 کبھی دل کو پائون سے مل ڈالنا
 دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا
 کسی کے چمکتے ہوئے نورتن
 وہ دانتوں کی مسی وہ گلبرگ تر
 وہ گرمی تھی حیرے کی جیون آفتاب
 چمکنا گلوں کا صفا کے سبب
 کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا اُدھر
 رو پٹے کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ
 مہراک تان میں اُٹھو ارمان یہ
 کوئی فن میں سنگیت کی شعلہ رو
 کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پائون ستلے
 کوئی دائرے میں سجا کر ہرن
 غرض ہر طرح دل کو لینا اٹھین
 کبھی مار ٹھو کر کرین قتل عام
 اکہین دھڑپت اور گیت کا شور و غل

<p>کہیں نہاچ تھا بھکتیوں کا وہاں بجاتے تھے اُس جاگیر سے باندھ غول مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام وہاں بھی ٹپری پیش مندرت کی دھوم کہ دن عید اور رات تھی شب ہرات محل میں لگا پلنے وہ نو نہال دل بستگان کی گرہ گھل گئی بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا اسی طرح سے پھر ہوا ان ہجوم ہوئی بانگ دینی خوشی کی ترنگ وہاں آنکھ کو رنگوں سے ملا کیے برستے اور تب اُسکے ہاتھوں</p>	<p>کہیں بھاٹہ اور لولیوں کا سماں مجیرا بکھوج گئے ڈال ڈھول محل میں جو دیکھ تو اک از دھام پیری پیکر وں کا ہر اک جا ہجوم چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات بڑے ابرہی ابرہین جون ہلال برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی وہ گل جبکہ چوتھے برس میں لگا ہوئی تھی جو کچھ پہلی شادی کی دھوم طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ وہ گل پانوں سے اپنے جس جاچلا لگا پھرنے وہ سر و جب پانوں پانوں</p>
--	---

داستان تیار می میں باغ کی

<p>کہ تھیر کو باغ کی دل چلا ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ لگے جس میں زینت کے سائبان درون پر کھڑی دست بستہ بہار</p>	<p>مے ارغوانی پلاس کیا دیاشہ نے ترتیب اک خانہ باغ عمارت کی خوبی درون کی وہ شان چقین اور پردے بند سے رنگار</p>
---	--

کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
 کہ نہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
 نلکہ کو وہاں سے گذرنا محال
 وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
 گیا چو گنا لطف اُس میں سما
 بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس
 معطر شب و روز جس سے مشام
 چمکتا تھا اس طرح ہر آن میں
 ستاروں کی جیسے فلک پر چمک
 کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان
 لکٹی چار سو اُسکے پانی کی لہر
 کچھ اک دور دور اُس سے سیب ہی
 لٹکائے رہیں تاک وان مجہدست
 چمن سارے شاداب اور ڈھنڈھے
 روش پر جو اہر لگا جیسے سنگ
 گل اشرفی نے کیا زرنشہار
 کہیں نرگس و گل کہیں پامین

کوئی ڈور سے در پہ لٹکا ہوا
 وہ مقیش کی ڈوریاں سرسبز
 چقون کا تماشا تھا آنکھوں کا جال
 سنہری مغرق چھتین ساریاں
 دیے ہر طرف آئینے جو لگا
 وہ محل کا فرش اُسکا ستھر کہ بس
 رہیں لٹخے اُس میں روشن مدام
 چھپر کھٹ مرصع کا دالان میں
 زمین پر تھی اس طور اُسکی جھمک
 زمین کا کرون وانکی کیا میں بیان
 بنی سنگ مرمر سے چو پڑ کی نہر
 فرینے سے گرد اُسکے سرو سہی
 کہوں کیا میں کیفیتِ دار بست
 ہوائے بہاری سے گل لہلہے
 زمرہ کے مانند سبزے کا رنگ
 روش کی صفائی پہ بے اختیار
 چمن سے بھرا باغ گل سے چمن

چنبیلی کہین اور کہین موتیا
 کھڑے شاخ شہو کے مہر جان نشان
 کہین آرخوان اور کہین لالہ زار
 کہین جعفری اور گیند اکہین
 عجب چاندنی مین گلون کی بہار
 کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ
 کہین زرد نسرين کہین نسترن
 پڑے آب جو ہر طرف کوئے ہے
 گلون کا لب نہر پر جھومنا
 وہ جھک جھک کے گریا خیابان پر
 لبے ہاتھ مین نیلے مالنیں
 کہین تخم پاشی کہین گو دگر
 کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
 لب جو پہ آسینے مین دیکھ قد
 خرامان صبا صحن مین چار سو
 کھڑے نہر بد قاز اور قرقرے
 صد اقرقرون کی لہون کا وہ شہو

کہین آری بیل اور کہین موگرا
 مدن بان کی اور ہی آن بان
 جدی اپنی موسم مین سب کی بہار
 سمان شب کو داؤ دیون کا کہین
 ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار
 کہے تو کہ خوشبو یون کے پہاڑ
 عجب رنگ پر زعفرانی چمن
 کہین قریان سر و پر چھپے
 اسی اپنے عالم مین مٹھ چومنا
 نشے کا سا عالم کا ستان پر
 چمن کو لکیر دیکھنے بھالنیں
 پنیرے جمادین کہین کھو دگر
 ہمین ہاتھ جون مست گردن مین ڈال
 اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ تد
 و ماغون کو دیتی ہر اک گل کی بو
 لبے ساتھ مرغابیون کے پرے
 درختوں پہ لگے منڈیرون پر مور

ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
 پڑے ہر طرف مولسروں کے پھول
 لگی جاہلین آنکھیں لیے جسکا نانوں
 تعشق کی آپس میں باتیں کرین
 کہ لیں طوطیاں بوستان کا سبق
 پڑھیں باب پنجم گلستان کا
 پھرین ہر طرف اُس میں جلوہ کنان
 محل کی وہ چہلین وہ آپس کی دھوم
 رہیں رات دن شاہزادے کے پاس
 چنبیلی کوئی اور کوئی راسے پیل
 کوئی چت لگن اور کوئی کام روپ
 کوئی نہ رتن اور کوئی ماہتاب
 کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی
 پھوس اپنے جوہن کو دکھلاتیاں
 اری اور سیلی پکارے کوئی
 اکہین قہقہے اور اکہین گالیاں
 اکہین واہ واہ اور اکہین واچھڑے

چمن آتش گل سے دہکا ہوا
 سباجو گئی ڈھیریاں کر کے بھول
 وہ کیلون کی اور مولسروں کی چھانوں
 خوشی سے گلون پر سدا بلبلین
 درختوں نے برگونکے ٹھوٹے ورق
 سمان قمریان دیکھ اُس آن کا
 ددا ادائیاں اور مغلا نیسان
 خواصون کا اور لونڈیوں کا ہجوم
 تکلف کے پہنے پھرین سب لباس
 کنیزان نہ روکی ہر طرف ریل
 رنگیلی کوئی اور کوئی سیام روپ
 کوئی کیتلی اور کوئی گلاب
 کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی
 ادھر اور ادھر آتیاں جاتیاں
 اکہین اپنے پٹے سنوارے کوئی
 اکہین چٹکیاں اور اکہین تالیاں
 بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے

دکھا دے کوئی گو کھر و موڑ موڑ
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے
کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے
کوئی اپنی طوطی کی لیوے خبر
کسی کو کوئی دھول مارے کہیں
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
مقابہ کوئی کھول مستی لگائے
ہوا ان گلوں سے دو بالا سمان
غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے
پہلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
ہوئی اُسکے مکتب کی شادی عیان
معلم اتالیق منشی ادیب
کیا قاعدے سے شروع کلام
دیا تھا زلس حق نے ذہن رسا
معانی و منطق بیان و ادب
خبر دار حکمت کے مضمون سے
لگا ہیئت و ہند سے تا نجوم

کہیں سوت بوٹی کہیں تار توڑ
دم دوستی کوئی بھر بھر پیے
کوئی نہر پر پائون بیٹھی ہلائے
کوئی اپنی مینا پر رکھے نظر
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے
لبوں پر دھڑی اپنے کوئی جمائے
اسی باغ میں تھا وہ سرور وان
یہاں واسطے اُسکے آرام کے
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ
ہوا پھر اُنھیں شادیوں کا سمان
ہر اک فن کے اُسٹا دیکھے قریب
پڑھائے لگے علم اُسکو تمام
کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
پڑھا اُسنے منقول و معقول سب
غرض جو پڑھا اُسنے قانون سے
زمین آسمان میں پُری اُسکی دھوم

کیے علم نوک زبان حرف حرف
 عطار دکو آنے لگی اُسکی ریس
 ہوا جبکہ نو خط وہ شیریں رقم
 لیا ہاتھ جب خام مشکبار
 عروس الخطوط اور ثلث ورقاع
 شکستہ لکھا اور تعلیق جب
 کیا خط گلزار سے جب فراغ
 کروں علم اُسکا کمان تک عیان
 کمان کے جو در پہ ہوا بنظیر
 صفائی میں سو فار پیچان کیا
 رکھا جھوٹے ہی جو لکڑی پر من
 ہو میں دست و بازو کی سرسایان
 رکھا موسیقی پر جو کچھ کچھ خیال
 طبیعت لگی کچھ جو تصویر پر
 کئی دن میں سیکھا یہ کب تنہا
 سوا ان کمالوں کے کتنے کمال
 رزوالوں سے نفروں سے نفرت سے

اسی تجھ سے اُس نے کی عمر صرف
 ہو اسادہ لوحی میں وہ خوشنویس
 بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم
 لکھا نسخ و رجحان و خط غبار
 خفی اور جلی مثل خط شعاع
 رہے دیکھ حیران اتالیق سب
 ہوا صفحہ قطع گلزار باغ
 کہ ہے خوب اب مختصر یہ بیان
 لیا کھینچ چلے میں سب فن تیر
 گیا جبکہ تو دے پہ طوفان کیا
 کیا اپنے قبضے میں سب اسکا فن
 اڑائیں کئی ہاتھ میں گھائیوں
 کیے قید سب اُس نے ہاتھوں میں تال
 رکھے رنگ سب اُسکے مد نظر
 کہ حیران ہوئے دیکھ اہل فرنگ
 مروت کی خواہش کی چال
 سدا قابلوں ہی سے محبت اُسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر مہراک فن میں سچ مچ ہوا بینظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پلا سا قیام مجھ کو اک جام گل
غنیمت شمر صحبت دوستان
خمر لے بھلائی کا گر ہو سکے
کہ رنگ چمن پر نہیں اعتبار
پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کہا منہ لے بلو انقیبون کو شام
سواری تکلف سے تیار ہو
کرین شہر کو مل کے آئینہ بند
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
یہ فرما محل میں گئے بادشاہ
ہوئی شب لیامہ نے جام شراب
خوشی میں گئی جلد جو شب گذر
عجب شب تھی وہ جون سحر و سپید
گیا مژدہ صبح بے ماہتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو

جوانی پہ آیا ہے ایام گل
کہ گل پنج روزست در بوستان
شتابی سے بوئے جو کچھ ہو سکے
نہان چرخ میں ہے خزان و بہار
کھلی گل چھتری غم کے جنجال کی
کہ ہوں صبح حاضر بھی خاص و عام
مہیا کرین جو کہ درکار ہو
سواری کا ہو لطف جس سے دو چند
کہ نکلے گا کل شہر میں بینظیر
انقیبون نے سن حکم کی اپنی راہ
گیا سجدہ شکر میں آفتاب
ہوئی سامنے سے نمایان سحر
عجب روز تھا مثل روز امید
اٹھا سوچ آنکھوں کو ملتا شتاب
کہ بابا نہاد صو کے تیار ہو

داستان حمام کے نہانے کی لطافت میں

کہ بھولے مجھے گرم و سرد جہان
نہ دینا وہ سا غر جو ہو قلتین
نہاںیشہ نمی کو دھو دھا کے لا
لیا ہے نہانے کو بدرِ سیر
عرق آگیا اسکے اندام میں
کہ جس طرح ڈوبے ہی شبنم میں گل
مہ و مہر سے طاس لے کر وہاں
ہوا ڈھلکا آب سے وہ چمن
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک
نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر
کہ تو پڑی جیدہ نرگس پہ اوں
ٹپکنے لگا اُس سے اندازِ حسن
پڑا آب میں عکسِ ماہِ منیر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب
کہ جیون بھیگتی جالے صحبتِ بہرِ بات

بلا آتشین آبِ پیرِ مغان
اگر چاہتا ہے مرے دل کا چین
کہ ورت مرے دل کی دھو سا قیا
کہ سر گرم حمام ہے بینظیر
ہوا جبکہ داخل وہ حمام میں
تنِ نازنین نم ہوا اُس کا گل
پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن
نہانے میں یون تھی بدن کی دماک
لبون پر جو پانی پڑا سر بسر
ہوا قطرہ آبِ یون چشمِ بوس
لگا ہونے ظاہر جو اعجازِ حسن
آگیا حوض میں جب شبِ بینظیر
وہ گور ابدن اور بال اُس کے تر
نہی سے تھا بالون کا عالمِ عجب
کہوں اُسکی خوبی کی کیا تجھ سے بات

زمین پر تھا اک موجب نور خیز
 زمرہ کی لے ہاتھ میں سنگ پا
 ہنسنا کھل کھلا وہ گل نو بہار
 شہب عالم اس نازنین پر ہوا
 ہنسنا اسل دا سے کہ سب ہنس پڑے
 دعائیں لگے دینے بے اختیار
 کہ تیری خوشی سے ہو سب کی خوشی
 نہ آوے کبھی تیرے خاطر پر میل
 کیا غسل حبیب اس لطافت کے ساتھ
 نہاد صوبہ کے نکلا وہ گل اس طرح
 عرض شاہزادے کو نہلا دھلا
 جو اہر سرا سر پنہا یا او سے
 لڑی لٹکن اور کلغی اور نوڑن
 مرصع کا سر پہنچ جون موج آب
 وہ موتی کے ماتے بصد زیب و زین
 جو اہر کا تن پر عجب تھا ظہور
 عرض ہو کے اس طرح آراستہ

ہو واجب وہ فوارہ سان آبریز
 کیا خادموں نے جو آہنگ پا
 لیا کھینچ پاتوں کو بے اختیار
 اثر گدگدی کا جب سین پر ہوا
 ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے
 کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار
 مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
 چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل
 اڑھا کھیس لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ
 کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح
 دیا خلعت خسر و انہ پنہا
 جو اہر کا دریا بنایا او سے
 کیا ایک سے ایک زیب بدن
 منور بہ شکل رخ آفتاب
 کہیں جس کو آرام جان دل کا چین
 کہ ایک اک عداؤ اس کا تھا کوہ طور
 خرامان ہو اسد و نوخاستہ

نکل کر سے جس دم ہوا وہ سوار
 زبیں تھا سواری کا باہر ہجوم
 برابر برابر کھڑے تھے سوار
 سنہری روپسلی وہ عماریان
 چمکتے ہوئے بادلے کے نشان
 ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
 کھارون کی زلفیت کی گرتیان
 بندھیں پگڑیان طاش کی سرا پر
 وہ ہاتھوں میں سونے کے موئے کڑے
 وہ ماہی مراتب وہ تختہ ریان
 وہ شہنائیوں کی صدا خوشما
 وہ آہستہ گھوڑوں پہ نظارچی
 پہناتے ہوئے شادیانے تمام
 سوار اور پیادہ صغیر و کبیر
 و ماذرین کہ جس جس نے تھیں ٹھانیان
 ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار
 سیج اور سجاوے بھی خاص و عام

کیے خوان گوہر کے اُس پر نثار
 ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
 ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار
 شب و روز کی سی طرح داریان
 سواروں کی غٹ اور بانوئی نشان
 جھلا پورنی جگمگی نالکی
 اور اُنکے دبے پائوں کی پھرتیان
 چمکا چوند میں جس سے آئے نظر
 جھلک جھلکی ہر ہر قدم پر پڑے
 وہ نوبت کہ دوٹھاکا جیسے سمان
 سُہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
 قدم یا قدم بالباس زری
 چلے آگے آگے ملے شاد کام
 جلو میں تمامی میر و وزیر
 شہ و شاہزادہ کو گذر انیان
 چلے سب قرینے سے باندھے قطار
 لباس زری میں ملبس تمام

طرق کے طرق اور پرے کے پرے
مرصع کے سازون سے کو تل سمند
وہ فیلون کی اور میک ڈبیر کی شان
چلے پایہ تخت کے ہو قریب
سواری کے آگے پئے اہتمام
نقیب اور جلو دار اور چوہ دار
اسی اپنے معمول و دستور سے
یلا نو جوانو بڑھے جائیو
بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم
غرض اس طرح سے سواری چلی
تماشا یون کا جدا تھا ہجوم
لگا قلعہ سے شہر کی حد تک
منڈھے تھے تمامی سے دیوار دور
کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
ہوے جمع کو ٹھون پہ جو مرد وزن
یہ خالق کی سن قدرت کاملہ

کچھ ایدھر اور دھر کچھ دورے کچھ پرے
جو خوبی میں طاؤس سے بھی وچند
جھلکتے وہ مقیش کے سائبان
بدستور شاہانہ نپتے جریب
لیے سونے روپے کے عصی تمام
یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار
ادب سے تفاوت سے اور ڈور سے
دو جانب سے باگین لیے آئیو
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
کہے تو کہ باد بہاری چلی
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم
دکانوں پہ تھی بادے کی جھلک
تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر
ہوا چوک کا لطف وان چارچند
گزرتی تھی رک رک کے ہر جانگاہ
ہر اک سطح تھا چون زمین چین
تاما شے کو نکلیں زن حالمہ

تماشے کو نکلے وضع و شریف
 پڑے آشیانوں سے اپنے نکل
 سو وہ آشیائے مین تڑپا کیا
 ہوئے دیکھ عاشق کہیں وہ مین
 کیا اُسے جھک جھک کے اُس کو سلام
 سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ
 کہ روشن رہے شہر پروردگار
 کوئی بلغ تھا شہ کا اُس مین سے ہو
 رعیت کو دکھلا کے اپنا سپہر
 پھر اشہر کی طرف وہ شہریار
 گئے اپنی منزل میں شمس و قمر
 خوشی سے وہ ڈیوڑھی تاک مین نکل
 لباس نے آپیشوا حال حال
 کیا جی کو یک دست سب نے تیار
 بندھاناچ اور راگ کا پھر سمان
 رہا ساتھ سب کے طربناک وہ
 پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

لگانے سے تا ضعیف و نحیف
 و خوشون طیور و نکل بے خلل
 نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما
 نہ بس شاہزادہ بہت تھا حسین
 نظر جس کو آیا وہ ماہ تمام
 دعا شاہ کو دی کہ بار الہ
 یہ خوش اپنے مہ سے رہے شہریار
 غرض شہر سے باہر اک سمت کو
 لکڑی چارتک خوب ہی سیر کر
 اُسی کثرت فوج سے ہو سوار
 سواری کو پہونچا گئی فوج ادھر
 جہان تک کہ تھیں خادمان محل
 قدم اپنے حجرون سے باہر نکال
 بلا مین لگین لینے سب ایک بار
 گیا جب محل مین وہ سرور و ان
 پھر رات تک پہنے پوشاک وہ
 قصار اوہ شب تھی شب چار و

نظارے سے تھا اُسکے دل کو سرو
عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
ہوا شاہزادے کا دل بمقدار
کچھ آئی ہو اُس مہ کے جی میں ترنگ
خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہا شہ نے اب تو گئے دن نکل
پر اتنا ہو اُس سے خبردار ہوں
لب بام پر جب وہ سوئے صنف
تھا راحہ اول بالار ہے
کہا تب خواصوں نے حق سے ہید
پھرین حکم لے وان سے بھر شاہ کا
قضا ارادہ دن تھا اسی سال کا
سخن مولوی کا بہ سچ ہو قدیم
پڑے اپنے اپنے جو سبیش بیچ
یہ جانا کہ یوں ہی رہیگا یہ دور
کہ اس پر فاقی نئی ہے ترنگ

عجب عالم نور کا تھا ظور
کے تو کہ دریا تھا سیلاب کا
یہ دیکھی جو وان چاندنی کی بہار
کہا آج کوٹھے پہ سنتھے پانگ
کہ شہزادے کی آج یوں ہو خوشی
کہ بھایا ہے عالم لب بام کا
اگر یوں ہی مرضی تو کیا ہے غل
جنھوں کی ہو چو کی وہ بیدار ہوں
کرین سورہ نور کو اُس سپہ دم
یہ اس گھر کا قائم کیا لار ہے
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روایت
بچھونا ورنہ جا کیہ رادہ کی
غلط و ہم ماضی میں تھا حال کا
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکم
نہ سمجھے زمانے کی کچھ اور کچھ بیچ
نہ دریافت تھے اس زمانہ کے طور
یہ گڑبگڑ بہ لتا ہی ہر دم میں ترنگ

<p> اکہ صد شام بر فرق صبحش نہ ریخت کہ آرد ز یک حقہ تریاک وز ہر داستان شاہزادہ کے کوٹھے پر سونے اور پری کے اڑا لیجانے کی کہ چارون طرف ماہ ہے جلوہ گر کہ آبا بلسدی پہ ماہ تمام بمثل ہو کہ ہو چاندنی چارون تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے اکہ سین تنون کو ہو جسپر اُمنگ اکہ تھے رشک آئینہ صاف کے کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلامت کہ جھپٹوں میں تھے جسکے موتی لے کہ قفل کو ہو جسکے دستکے سے شرم جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے کہ ہر وجہ غشی اُنکو خوبی میں راہ تو رخسار رکھ اُس پہ سوتا تھا وہ دیے تھے لگا اسکے کمرے کو چاند کہ جیسے ہو دو چشموں کی ایک سوت </p>	<p> اکر بادۂ عیش در جام ریخت نداری قعب ز نیرنگ دہر داستان شاہزادہ کے کوٹھے پر سونے اور پری کے اڑا لیجانے کی شتابی سے اٹھ ساقی سہر بلورین گلابی مین دے بھر کے جام جوانی کمان اور کمان پھر یہ سن اگرے کے دینے مین کچھ دیر ہے وہ سونے کا جو تھا جڑا و پلنگ سراسر ادھے زری باف کے کینچی چادر اک اسپہنم کی صاف کے اسپہ کسے وہ قہیش کے بہرے اسپہ تکیے کئی نرم نرم اکہ ناک کوئی اُنکی خوبی کو پائے وہ گل تکیے اُسکے جو تھے رشک ماہ کبھی نیند مین جبکہ ہوتا تھا وہ چھپائے سے ہوتا نہ حسن اُسکا ماند ہوئی دونوں کے حسن کی ایک چو </p>
---	--

ز بس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا
 وہ سو یا جو اُس آن سے بنی نظیر
 ہوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ
 وہ مہ اُس کے کوٹھے کا ہالا ہوا
 وہ پھولوں کی خوشبو وہ سُتھرا پلنگ
 بہانہ تک کہ چوکی کے تھے باری دار
 غرض سب کو وان عالم خواب تھا
 قصہ راہ ہوا اک پری کا گزر
 بھٹکھو کا سا دیکھا جو اُس کا بدن
 ہوئی لاکھ جی سے وہ اُس پرستار
 جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں
 دوپٹے کو اُس مہ کے منہ سے اٹھا
 اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
 مے عشق میں پھر یہ سو جھی ترنگ
 محبت کی آئی جو دل میں ہوا
 ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
 شبِ مہ میں وہ یوں زمین سے اٹھا

پچھونے پر آتے ہی بس سو رہا
 رہا پاسبان اُس کا بد منیر
 لگا دی ادھر اپنی اُس سے نگاہ
 غرض وان کا عالم دو بالا ہوا
 جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
 ہوا جو چلی سو گئے ایک بار
 مگر جاگتا ایک مہتاب تھا
 پڑی شاہزادے پہ اُس کی نظر
 جلا آتش عشق سے اُس کا تن
 وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار
 منور ہے سارا زمین آسمان
 دیا گال سے گال اپنا ملا
 ولیکن حیا نے کہا اُس کو بس
 کہ لے چلیے اسکا امانت پلنگ
 وہاں سے اُسے لے اُڑی دلربا
 ہوا میں ستارہ سا چمکا دو چند
 چلے شیر جس طرح سے جوش کھا

<p>کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ اُڑا کر وہ اُس کو پرستان میں زمانے کی جیسی ہے پست و بلند</p>	<p>جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ غرض لے گئی آن کی آن میں کبھی خوش ہو دل اور کبھی درد مند</p>
<p>داستان حالت تباہ کرنے مان باپ کی شانہزادہ کے غائب ہونے سے کہ یہ حال سن کر ہوا دل کباب ذرا اب سنو غمزدون کا بیان کہ گزرا جدائی سے کیا اُنہ غم تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہیں نہ وہ گل ہو اُس جانہ وہ اُسکی بو کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب طاہر چوں سے جون گل کیے سرخ گال کہ کیے یہ احوال اب شہ سے جا</p>	<p>شہابی مجھے سا قیادے شراب یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں کہ وں حال ہجران زدوں کا رقم کھلی آنکھ جو ایک کی وان کہیں نہ ہی وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو رہے دیکھ یہ حال حیران کا رہ کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی کوئی بلبلائی سی چہرے لگی کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلیہ ہو کوئی رکھ کے زیر زخدان چھڑی رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب کسی نے دیے کھول سنبھل سے بال نہ بن آئی کچھ اُنکو اسکے سوا</p>

سُنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
 کلیجہ پکڑ مان تو بس رہ گئی
 ہو اگم وہا یوسف پڑی یہ جو دھوم
 کہا شہ نے وان کا مجھے دوپٹا
 گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر
 یہی تھی جگہ وہ جہان سے گیا
 مرے نوجوان میں کہ صرباؤں پر
 عجب بحر غم میں ڈبو یا مجھے
 کروں اس قیامت کا کیا میں بیان
 لب بام کثرت جو یکسر ہوئی
 شب آدھنی و جس طرح سوتے کٹی
 عجب طرح کی شب تھی یہ مات وہ
 سحر نے کیا جب گریبان چاک
 مٹھا شہ میں ہر طرف شور و غل
 غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
 گیا جبکہ وہ سرو اس باغ سے
 اڑا لگے سرو سب اپنا بھول

گر خاک پر کہہ کے ہائے اڑی پھر
 کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
 کیا خادمان محل نے ہجوم
 عزیز و جہان سے وہ یوسف گیا
 دکھایا کہ سویا تھا یان سپہر
 کہا ہائے بیٹا تو یان سے گیا
 نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
 غرض جان سے تو نے کھو یا مجھے
 ترقی میں ہر دم تھا شور و فغان
 تلے کی زمین ساری اوپر ہوئی
 رہی تھی جو باقی وہ روتے کٹی
 قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
 اڑا لگے مل کے سب سر پہ خاک
 کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
 ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا
 نظر پھول آنے لگے داغ سے
 اڑا لگے لکین قمریان سر پہ دھول

تو کو کو سے اُنکی جگر تک مٹھنے
 شمر لگ کے پائون ہوئے پائمال
 گلون کا جگر درد سے بھٹ گیا
 ہوا غم سے ازبس لہو پی کے پھول
 ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب
 گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد
 دیا خاک میں بھینک عشرت کا جام
 ہوئے نخل ماتم تمامی درخت
 پڑے سائے سائے سیہ پوش ہو
 وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ
 سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا
 گیا سب نکل نکا تاب و توان
 غرض روتے روتے گھر سے پڑ گئے
 کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ
 کوئی دل میں روئے کوئی دالہ مار
 نہ وہ آبجو میں نہ سبزے ہرے
 الگے بولنے اُن منڈیرون پر زاغ

صداب جب کوئی آنکھوں کی سنے
 ہرے خشک اور زرد سائے نہال
 ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
 ہنس گیا حزن سے غنچہ بھول
 اُڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
 الب جو کے اڑنے لگی گرد گرد
 لگی آگ لالہ کے دل کو تمام
 پڑا ماتم اُس باغ میں بسکہ سنت
 گیسے غم سے انگور بد ہوش ہو
 لے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
 وہ بھریز جو نہر تھی جا بجا
 اچھلتے تھے نوارے جو اُسے وان
 منترہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
 ہوا حال چشموں کا یان تاہ تاہ
 ان وہ کنوین اور کہ صفر آ بشار
 بگلون کا عالم نہ وہ قرقرے
 ن رقص کرتے تھے طاؤس باغ

<p>سوکیا ہو کہ اب دل لگی وان نہیں ہوئے سب وہ جون دیدہ خوشچکان سودہ سب خزان سے ہوئے مضمحل جگر برگ گل کی طسج جھڑ پڑا فقط دل میں اک خار ہجران رہا کہ ہوتی ہو اب اسکی حالت تباہ ولیکن خدائی سے چارہ نہیں نصیبوں سے شاید ملے وہ شتاب یہ کہتے ہیں جیتوں کو امید ہے غرض اُسکے نزدیک کیا دور ہے اُسی کی غرض ذات کو ہے قیام بہ ہر نوع رہنے لگے یک دگر ولیکن نہ پائی کچھ اُس کی خبر</p>	<p>سہانی وہ چھائیں جو دلچسپ تھیں منقش جہان تھے وہ رنگین مکان گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل خزان کا علم دل میں جو آگڑا نہ غنچہ نہ گل نے گلستان رہا وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ کہا گو جس دئی گوارہ نہیں نہیں خوب اتنا تھیں مضطرب خدا جانے اب اس میں کیا جمید ہو خدا کی حسدائی تو معمور ہے نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام یہ کہ اور شہ کو بٹھا تخت پر لٹایا بہت باپ نے مال و زر</p>
---	--

داستان پرستان میں لیجانے کی

<p>آذر اخضر رہ تو ہی ہو کروں اب پرستان میں اُٹار پرستان کے انا</p>	<p>مجھے دیکے مے طہوج اُس کا بتا نہ پائی کہیں بیان تو اُس گل کی بو اُڑتی جو پری وان سے لڑا ہے</p>
--	--

وہاں ایک مختا سیر کا اُسکے باغ
 ریاحین و گل اُس میں انواع کے
 طلسمات کے سارے دیوار و در
 مُطلا منقش مشبک تمام
 گرے چھین کے وان اس لطافت سے دیکھو
 نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
 ہرے اور بھرے سب گلوں سے مکان
 درخشنده ہر سقفت دالان کی
 زمین وان کی ساری جواہر نگار
 کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق
 جواہر کے ذی روح وحش و طیور
 پھرین دن کو سارے وہ حیوان ہو
 لگے ہر طرف گوہر شجر اراغ
 بنائے ہوئے جال باہم نہال
 صد آپ سے آپ ٹھٹھال کی
 رہے وانکے حجرون کا جو در گھلا
 وگر بند کر دیجیے ایک بار

کہ جسکے گلوں سے ہوتا زہ و ماغ
 طلسمات کل اُس میں انواع کے
 نہ یانکے سے کوٹھے نہ یانکے سے گھر
 یہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا مسمین نام
 کہ زردی کا چون زعفران پر ہو روپ
 نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر
 جہاں چاہیے جا کے رکھ دین وہاں
 ہو دیوار جیسے چراغان کی
 آدھڑ میں چین اور ہو امین بہار
 نظر آئے وہ چیز بالائے طاق
 خرامان پھرین صحن میں دور دور
 کہیں رات کو کام انسان ہو
 وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ
 گل و غنچہ سب وانکے دور از خیال
 کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی
 تو دنیا کے باجون کی آئے صدا
 باجون انجمنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں محل کا فرش و فرش
 طلسمات کے پردے اور حلینین
 خواصین پر یزاد اُس میں تمام
 سر نہر بنگلہ مرصع نگار
 رکھا شاہزادے کا اُس میں بلنگ
 قصار اٹھلی آنکھ اُس گل کی جو
 نہ وہ لوگ دیکھتے نہ وہ اپنی جا
 اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو دان
 زبس تھا وہ لڑکا تو سہاں بھی کچھ
 سرہا لے جو دیکھی میر چارہ وہ
 کہا کون ہے تو یہ کس کا ہے گھر
 پھر اُنھ کو اور لے اُدھر سے نقاب
 خدا جانے تو کون میں کون ہوں
 پر اب خود تو آیا ہے بیان میرے گھر
 یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں
 ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا
 چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار

خط سلیمانی اُن پر نقوش
 ارادے پہ دل کے اٹھین اور گریں
 پھرین گرد گرد اُس پری کے مدام
 سراپا برنگ گھر آباد
 گھلا حُسن سے اُس کے بنگلے کا رنگ
 نہ پائی وہاں شہر کی اسپنے بو
 تعجب سے ایک اک کو نکلتا رہا
 لگا کہنے یارب میں آیا کسان
 ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ
 کہ ہے اجنبی سی وہ اک رشکِ مر
 لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
 دیا اُس پری نے یہ ہنس کر اس
 مجھے بھی تعجب ہے میں کیا کہوں
 لے آئی ہے تجھ کو قصداً زخیر
 پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں
 ترا غم مرے دل میں پیدا کیا
 یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

یہاں سب یہ قوم بنی جان ہے
 غرض قمر ہے صحبتِ غیر جنس
 پہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
 کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
 کہا اُسے جو کچھ کہا اُس کو ہاں
 رہے وحشیوں کی طرح وہ اُداس
 کبھی سانس لے کر کہے ہاے وہ
 رہے روبرو دھیان میں ہر زمان
 تو راتوں کو دور روکے دریا بہائے
 کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
 فقان زیر لب وہ کرے دمدم
 نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے
 کہ چون مرغ تڑپے نیا جال میں
 پیر سے کیا تھا یہ پوشدہ کام
 کہ تار از اُس کا نہ ہو وسعہ عیان
 نئی چیز لاتی تھی اُس کے حضور
 دکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے

پیری ہوں میں اور یہ پرستان ہو
 کہاں صورتِ جن کہاں شکلِ انس
 پیری کو ہوئی شادی اُس سے کو غم
 کبھی یوں بھی ہے گردشِ روزگار
 غرض دل کو جون توں لگایا وہاں
 ولیکن نہ عقل نہ ہوش و حواس
 کبھی اشک آنکھوں میں بھر لے وہ
 وہ محلوں کی چیلین وہ گھر کا سامان
 وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے
 کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے
 کرے یاد جب اپنے ناز و نعم
 بہانے سے دُرات سویا کرے
 غرض اضطراب اُس کو ہر حال میں
 غرض ماہِ رخ اُس پری کا تھا نام
 کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی وان
 وہ پریوں میں از بسکہ تھی دلشعور
 عجائبِ عزائب پرستان کے

نئے کھائے اور میوے اقسام کے
 نئی کشتیان روزِ پوشاک کی
 نئے سانگ وانگے نئے راگ و رنگ
 شرابیوں کے شیشے چنے طاق میں
 شراب و کباب و بہار و نگار
 نہ تھا اور کچھ غم تو اُس کو وہاں
 اُسی غم سے کھل کھل کے مرتا تھا وہ
 پیرمی وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
 وہ تھی نازنین بھی بہت عقلمند
 کہا ایک دن اُس نے سن بینظیر
 تو اک کام کر اک پیر بھر کہیں
 تو رُک رُک کے دل کو نہ کر اپنے بند
 سر شام جاتی ہوں میں باپ پاس
 یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے
 کہ گر نہر کی طرف جاوے کہیں
 تو پھر حال ہو جو گنگار کا
 کہا کیونکہ میں تم کو جاؤنگا بھول

مہیا سب اسبابِ آرام کے
 خوشامد سدا جان غمناک کی
 کہ تادل لگے اور نہ ہو جی تنگ
 گزرک وہ کہ نکلے نہ آفاق میں
 جوانی و سستی و بوس و کنار
 بنیر از غم دوری و دوستان
 سدا شمعِ آسان آہ کرتا تھا وہ
 وہ مہیٹھی تھی اُسکو اڑاے ہوئے
 نہ کھلنے سے کچھ اُسکے ہوتی تھی بند
 مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر
 کیا کر ٹمک اک سیر روئے زمین
 نہ ہو نچے کہیں تیرے جی کو گزند
 اکیلا تو رہتا ہے اس جا اُداس
 ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے
 و یا دل کسی سے لگاوے کہیں
 وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
 مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول

<p>کہ بجشتا تجھے میں سلیمان کا تخت جو برعکس چاہے تو دون موڑیو جہان چاہیو جا یو تو وہاں</p>	<p>کہا ماہر خ نے کہ تجھے تیرے بخت جو اترے تو کل اُسکی یون جوڑیو زمین سے لگا اور تا آسمان</p>
<p>داستان گھوڑے کی تعریف میں</p>	
<p>پرنہ دن میں کب ہوں یہ محبوب بیان جو کیے تو کیے اُسے سے باد پا نہ تپا پے نہ بیمار ہووے کبھی نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ منہ زور وہ نہ پیشانی او پر ستارے کا بل ہر اک عیب سے وہ غرض بیخطر فلک سیر تھا نام اُس رخس کا اُسی رخس پر ہو کے جلوہ کنان وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ کہ پھر قمر تھا ماہر خ کا عتاب</p>	<p>کہوں کیا میں اُس اسب کی خوبیان ذرا کل کو موڑے فلک پر گیا نہ کھاوے نہ پیوے نہ سوئے کبھی نہ حشری نہ کمری نہ شبکو روہ نہ ہڈوں کا نہ موتھڑوں کا خلل نہ سپاں نہ ناگن نہ بھونری کا ڈر یہ گھوڑا جو اُس گل کی تھا بخش کا سہ شام وہ بینیظیر جہان ہر اک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ پہر جبکہ بچتا تو پھر تاشتاب</p>
<p>داستان وارد ہونے میں بینیظیر کے باغ میں بدر منیر کے</p>	
<p>کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے تنگ کہ ہوتا چلا سہ مرا ذہن کند</p>	<p>کہ صحر ہی تو ای ساقی شوخ رنگ پلا مجھ کو دار کوئی تیز دیند</p>

مرے تو سب طبع کو پیر لگا
سنو ایک دن کی یہ تم واردات
ہو انا گمان اُسکا اک جا گذر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند
وہ چٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ نگہر افلاک اور وہ مہ کا ظہور
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
لگا جھانکنے اُس مکان کے تئیں
جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو
یہ کہہ نیچے اتر ادبے پائون وہ
الگ کھول ہاتھوں سے وانے کو اڑا
تھے اک طرف گنجان باہم درخت
لگا دان سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
جو دیکھی تو صحبت عجب ہر وہاں
عجب صورتیں اور طرزِ فعل
ملی جنس کی اپنی اُس کو جو بو

مجھے یان سے لیچل فلک پر اڑا
اُٹھا سیر کو بنیظیر ایک رات
سہانا سا اک باغ آیا نظر
کہ تھی نور میں چاندنی سے دو چند
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
لگا شام سے صبح تک وقت نور
اُتر اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
اکہ دیکھوں تو یان کوئی ہو یا نہیں
اکہ سب کچھ گیا اُسکے جی سے گذر
ذرا چل کے اس سیر کو دیکھ لو
نظر سے بچائے ہوئے چھائون وہ
چلا سایہ سایہ درختوں کی آڑ
اکہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
درختوں سے جون ماہ ہو جلوہ گر
عجب چاندنی ہو عجب ہو سمان
چلا دیکھتے ہی دل اُسکا نکل
لگا تگنے حیرت سے ہر ایک سو

نظر آئی وان چاندنی کی ہزار
 درو بام یک لخت سارے سفید
 مغرق زمین پر تمامی کا فرش
 زمین کا طبق آسمان کا طبق
 بلورین دھڑے ہر طرف سنگ فرش
 گئی اُس کے عالم پہ جہدم نگاہ
 طرح اُسکی ہر دل کو مانوس تھی
 کہیں دیکھ اُسکے تئیں ہو شہمند
 ہر اک سمت وان نور کا ازدحام
 لپیٹے ہوئے باد لون سے درخت
 ملتب وہ چو پڑ کی پاکیزہ نہر
 لب نہر پر صاف چو غور کی
 پڑے اُس میں فوارے چھٹتے ہوئے
 مقرر پڑا اُس میں مقیش جو
 لیے گو دمقیش چھوٹے پڑے
 غرض اپنی صورت سے تار و نکتو توڑ
 ہوا میں وہ جلنو سے چمکین بہم

کہ آنکھوں نے کی خیر کی خست یار
 ہر اک طاق محراب صبح امید
 جھلک جھلکی لے فرش سے تابرش
 سنہرے رُپے ہوں جیسے ورق
 کہ جس سے منور رہے رنگ فرش
 اور آئی نظر اُس میں اک رشکِ ماہ
 کہ گویا وہ شیشے میں فانوس تھی
 پری کو کیا ہیگا شیشے میں بند
 لگے آئینے دستِ آدم تمام
 زمین و ہوا صاحبِ تاج و تخت
 پڑے پشیمہ ماہ سے جس میں لہر
 تو پڑی تھی وہ ایک بلور کی
 ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے
 اگر ماہ وان رشک سے پڑے نہو
 ہر اک جاستارے اڑاؤں کھڑے
 زمین کو فلک کا بنایا تھا جوڑ
 ملکین جلوہ ماہ کو زیرِ قدم

فقط چاندنی مین کہان طور یہ
 زمانہ زرافشان ہوا زرفشان
 گل و غنچہ زرین و تاج خروس
 خرامان زری پوش ہر ماہوش
 کھڑا ایک نگیرہ زر نگار
 جزاؤ وہ استادے الماس کے
 اٹھنچی ڈوری ہر طرف زرتار کی
 کہون کیا مین جھالری اُسے بھین
 مفرق بچھی مسد اک جگہ کی
 نہ چھوٹے سماتے تھے تکیے دھرے
 بلورین صراحی وہ جام بلور
 زمین نور کی آسمان نور کا
 پس سائے داؤ دیون سے بھرے
 ستاروں کا مہتاب مین حال یون
 اگر کیجیے سایہ اوپر نگاہ
 کرے ہے نگہ جس طرف کو گذر
 کرین کون سے حسن کو انتخاب

کہ طرہ نہ جب تک ملے اور یہ
 زمین سے لگاتا سما زرفشان
 زمین چین سب جبین عروس
 کرین دیکھ کر مہر و مہجن کو غش
 کہ تھے جسکی جھالریہ موتی نثار
 ڈھلے ایک سانچے کے اک اس کے
 لڑی جون کناری کے ہون ہار کی
 کہ سورج کے ہو گر دجیسے کرن
 کہ تھی چاندنی جسکے قدمون لگی
 کہ تھے وہ فقط حسن ہی سے بھرے
 دل و دیدہ وقف تماشاے نور
 جدھر دیکھو او دھر سمان نور کا
 جو اناں شبو کے ہر جا پرے
 کہ چوے مین پانی کے قطرے ہون جو
 تو ہے وہ بھی جون سایہ مہر و ماہ
 بجز نور آتا نہیں کچھ نظر
 ہر اک آئینہ مین وہی ماہتاب

اُسی ایک مہ کا ہے ہر جانپور وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو	نظر جس طرف جائے نزدیک و دور کل اپنی وحدت سے کثرت میں آ نئے رنگ سے ہر طرف ماہیت حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو
---	--

داستان تعریف بدرمیر اور عاشق ہونا بنیظیر کا

مہ چار دہ کو دکھا کر پلا نظر کام کر جائے نزدیک و دور کہ ہے بعد خاتم نگین کا بیان وہاں دیکھی اک مسند آرا سے حسن نہایت حسین اور صاحب جمال سہر نہر بیٹھی تھی انداز سے ستاروں کا جون ماہ پُر از دھام دل اس چاندنی پر لگائے ہوئے ادھر یہ زمین پر مہ چار دہ لگے لوٹنے چاند ہر لہر میں زمانے کے منہ کو لگے چار چاند کہ مہ رو برو جسکے تھا تھک رہا	گلابی مرے سامنے سا قیا کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور کروں اُس مکان کے ملکین کا بیان وہ مسند جو تھی موج دریا سے حسن یرس پندرہ ایک کاستن و سال دیے کھنی تکیہ پہ اک ناز سے خواصین کھڑیں ایدھر اودھر تمام وہ بیٹھی تھی سچ دھج بنائے ہوئے ادھر آسمان پر وہ رخشنده مہ پڑا عکس دونوں کا جو نہر میں نظر آئے اتنے جو اکبار چاند عجب طرح کا حسن تھا جانفزا
---	--

کروں اُسکی پوشاک کا کیا بیان
زبس موتیوں کی تھی ستجاف کل
اور اک اوڑھنی جون ہوا یا حجاب
صباح صفا اُس میں جھلکی ہوئی
گر بیان میں تکہ اک الماس کا
وہ گرتی وہ آنکھیں اجواہر نگار
بجھلک پائجامے کی دامن سے یوں
صفائی یہ پوشاک کی دیکھو
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
جڑا وہ تالے کہ ہالے کار شک
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگان کی نوک
وہ موتی کا ڈلڑا وہ موتی کا ہار
لگا دھک کی بچلہ است لڑا
جڑا و دکتی وہ چنپا کلی
تلے اُسکے موتی لگے گرد گل
جہاں نگہ یوں کا کروں کیا بیان
جو اہر سے سینے کی سیکل چمڑی

فقط ایک پشوا ز آب روان
کے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں گل
جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
پٹری سر سے کاندھے پر ڈھلکی ہوئی
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
نیا باغ اور بہتہ کی بہار
کہ روشن ہو فانیوں میں شمع جون
نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو
وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نور تن
وہ موتی کے تالے کہ عاشق کا اشک
کرن پھول کی اور تالے کی جھوک
سدا اشک غمیدہ جس پر نثار
سراسر گلے حسن اُس کے پڑا
رہے جس سے الماس کو بیکلی
کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گل
کہ اٹھتی تھی ہاتھوں سے جسکے فغان
کمر اور کولے کے نیچے پٹری

فقط موتیوں کی بڑی پائریب
 کسی کے کمان ہاتھ وہ پائون آسے
 سراپا اگر ہو زبان میرا تن
 سب اعضا بدن کے موافق دست
 جہاں راستی چاہیے راستی
 وہ کھڑا جسے دیکھ نہ داغ کھائے
 جو کچھ چاہیے ٹھیک نہ سک سو انگ
 کچھ اک تکنت اور کچھ اک بانگین
 کرشمہ آداغ نہ ہر آن میں
 تغافل حیا ناز شوخی غرور
 تہمت تہمت تہمت تہمت
 وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن
 نگہ آفت و چشم عین بلا
 دُرِ گوش جب اُسکا تابندہ ہو
 وہ بینی کہ جس کی نہیں کچھ نظیر
 وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال
 نہیں رطب و یابس کا بیان کچھ حساب
 کہ جس کے قدم سے گہ پائے زیب
 جو اہر جہاں پائون پڑ پڑ کے جاے
 سراپا میں اُسکے کروں کیا سخن
 ہر اک کام میں اپنے چالاک و چست
 کجی جس جگہ چاہیے وان کجی
 وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آسے
 نزاکت بھرا سیوتی کا سارنگ
 غرض ہر طرح میں انوکھی پھین
 غرض دلبری اُسکے فرمان میں
 ہر اک اپنے موقع سے وقت ضرور
 موافق ہر اک حوصلے کے کرم
 جھکی شاخ نخل گلستانِ حسن
 مژدہ دین صفوں کو اُلٹ بر ملا
 صدف کا دل صاف شرمندہ ہو
 ہوا نکشت قدرت کی سیدھی لکیر
 اگر اُسپہ بوسے کا گزرے خیال
 بیاض گلوب کی سب انتخاب

فقط موتیوں کی بڑی پائریب
 کسی کے کمان ہاتھ وہ پائون آسے
 سراپا اگر ہو زبان میرا تن
 سب اعضا بدن کے موافق دست
 جہاں راستی چاہیے راستی
 وہ کھڑا جسے دیکھ نہ داغ کھائے
 جو کچھ چاہیے ٹھیک نہ سک سو انگ
 کچھ اک تکنت اور کچھ اک بانگین
 کرشمہ آداغ نہ ہر آن میں
 تغافل حیا ناز شوخی غرور
 تہمت تہمت تہمت تہمت
 وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن
 نگہ آفت و چشم عین بلا
 دُرِ گوش جب اُسکا تابندہ ہو
 وہ بینی کہ جس کی نہیں کچھ نظیر
 وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال
 نہیں رطب و یابس کا بیان کچھ حساب

وہ ساعدہ بازو بھرے گول گول
 وہ دستِ حنا بستہ خوبی کا باب
 زربس مثل آئینہ تھا اُس کا تن
 کمر کو نہوں کیونکہ میں اُس کی ہیچ
 وہ زانو کہ آجائے گر اُس پہ ہاتھ
 وہ ساقِ بلورین وہ اندازِ پا
 قدم و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
 وہ اٹھکھیلیاں اور اُسکی وہ چال
 بنا کبک کیسی ہی گو چال لاسے
 الگ چال اُسکی کوئی کیا چلے
 عجب پشت پا صاف انگشت پا
 مغرری جوابہر سے اک جفت کفش
 یہ قدرت کا دیکھا جو اُسنے خیال
 درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہان
 جو دیکھیں تو ہے اک جوانِ حسین
 یہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا
 یسٹن ایک سے ایک ان سب کی سب

براہر ہوا لباس کے جن کا مول
 شفیق میں ہو جون پنچہ آفتاب
 کہے تو کہ تھی ناف عکسِ ذقن
 نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا بیج
 رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ
 پھرے ہر سحر چشمِ دل میں سدا
 قیامت کرے جبکو جھجک کر سلام
 کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
 کہان پر وہ رفتار کو اُسکی پاس
 یہ اندازِ ب اُسکے پانوں تلے
 کھٹ پادکھا وے سر پشت پا
 نہ وہ مفت پا بلکہ پامفت کفش
 کہا شاہزادہ نے یا ذوالجلال
 کسی کی نظر جا پڑی ناگہان
 درختوں کی ہے اوٹ ماؤ بین
 ہر اک حال سے اُسکے ماہر ہوا
 پھرین برگ گل کی طرح غنچہ لب

جو دیکھیں تو شعلہ سار روشن ہے کچھ
 کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
 کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
 لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ
 ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ حجاب
 کسی نے کہا دیکھو اسے بوا
 کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے
 یہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں
 اگلی بات یہ شاہزادی کے گوش
 کہا میں تو دیکھوں یہ کھر اٹھی
 خواصوں کے کاندھے پہ دھرا پنا تھا
 کچھ اک خوف سے ہول کھاتی ہوئی
 اگلی ہم میں تھیں جو کچھ کچھ پڑھیں
 گئیں جب وہ کر کے دل پنا کرخت
 جو دیکھیں تو ہے اک جوان حسین
 سر کرنے کی وان سے نہ جا کہ نہ ٹھانوں
 برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن

درختوں کا روشن سا آئین ہے کچھ
 کسی نے کہا چاند ہی یاں چھپا
 کسی نے کہا ہو قیامت کا دن
 ستارہ پڑا ہو فلک پر سے ٹوٹ
 درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب
 کھڑا ہے کوئی صاف یہ مرد و
 کسی نے کہا کوئی اسرار ہے
 اشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں
 یہ سنتے ہی جاگ رہا اسکا ہوش
 گیا سننا جی تو رہ کر اٹھی
 عجب اک اداسے چلی ساتھ ساتھ
 دھڑک اپنے دل کی مٹائی ہوئی
 دعائیں وہ پڑھ پڑھ کر آگے بڑھیں
 وہاں جس جگہ تھے وہ باہم دست
 کھڑا ہے وہ آئینہ سامہ حسین
 دیکھتے ہیں عشق سے لگا پاتوں
 مرادوں کی راتیں جوانی کے دن

نئی پشت لب سے مسون کی نمود
گلے میں پڑا نیمہ شب دم کا ایک
تامی کی سجاوٹ جلوہ کنان
طرحدار اک سر پہ پھینٹا سجا
غجب بیچ سے بیچ بیٹھے تھے مل
جواہر کا ٹکڑہ گلے میں لگا
وہ موتی کا لٹکن زمرہ کی ہڑ
وہ گورا بدن صاف ترکیب وار
اک الماس کی ہاتھ انگشتری
عیان چستی و چابکی گات سے
بدن آئینہ سادہ ملنا ہوا
اکڑ زلف کی اور کا کل کا مل
قیافے سے ظاہر سراپا شعور
وے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں
شتابی سے جا کر کہاوانکا حال
عجب سیر ہے سیر مہتاب میں

جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کہود
بدن سے عیان نور عالم کا ایک
کہ جون عکس مہر آب روان
تامی کا پٹکہ کمر سے بندھا
کہ ہر تیج پر تیج کھاتا تھا دل
ستارہ ہو جون صبح کا جگمگا
لٹک جھکی زمیندہ دستار پر
بھرے ڈنڈ پر نور تن کی بہار
سراسر حنادست و پامین لگی
نمود جوانی ہر اک بات سے
گل باغ خوبی لہکتا ہوا
جوانی کی شب کا سمان بر محل
جبین پر پرستاشجاعت کا نور
اکھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
وہ جتنی کہ آئی تھیں سب مر گئیں
کہ امیر شاہزادی صاحب جمال
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں

<p>جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار چلی آؤ نک ان درختوں کے پاں اور اُسے جو دیکھا شہ بنیظیر نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل گئے دونوں آپس میں ہو کر اسیر نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے نہایت حسین اور قیامت شرم اُسے لوگ کہتے تھے نجم النساء تب آئی مہربان زور اُن کے تاب گل شہزادہ اور وہ گریان سی وہیں رہ گیا نقشِ پاسبان چپک کمر اور چوٹی کا عالم دکھا وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر وہ چوٹی کا کو لے پہ آنا نظر</p>	<p>کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم اُٹھا پائے گلگون کو جلد ای نگار نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہر اس گئی اُس جگہ جب یہ بدر منیر گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل غرض بنیظیر اور بدر منیر رہی کچھ نہ تن کی سُدھ بده اُسے تھی ہمراہ اک اُسکے دُخت وزیر زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا شتابی سے لا اُسے چھڑکا گلاب وہ اُٹھتے تو اُٹھی پہ حیران سی وہ شہزادہ دل شدہ تو ٹھٹھاک کہ وہ نازنین کچھ چپک منہ چھپا چلی اُسے آگے سے منہ موڑ کر وہ گدڑی وہ شانے وہ پشت کمر</p>
---	--

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

کہ ہے مجھ کو درپیش تعریف سو

پلا سا قیا ساغر مشک بو

کہ مستی میں دیکھوں رُخ آفتاب
 نہ دیکھا کسی رات میں یہ سمان
 اُٹھنے سے جی جھٹکے سبھی رہے
 کنارِی کا پیچھے چمکتا موباف
 کہ جون آخری شب ہو چھکے کارنگ
 کہ جون ابر میں برق کی ہو چمک
 دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب
 یہ کہتے ہیں چوٹی کا اُس کو سنگار
 کہ اک نور ہے اُسکے پیچھے پڑا
 کہ اُسکی لٹاک میں عجب آن ہی
 شب و روز کو دے رکھا اُسنے گانٹھ
 کہ ہی فی الحقیقت وہ کالے کامن
 کہ وہ اک ستارہ ہے دُنبالہ دار
 قس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں
 کہ جون ہووے دریا پہ کالی گھٹا
 بہت دل لیے اُسکی کنکھی نے مانگ
 کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے

سر شام سے دے یہاں تک شراب
 کروں اُسکے بالوں کا کیا میں بیان
 وہ زلفین کہ دل جس میں اُجھار ہے
 وہ کنکھی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف
 کہوں اُسکی خوبی کا کیا رنگ ڈھنگ
 نمایاں تھی یوں اوڑھنی سے جھمک
 موباف زری نے کیا ہو غضب
 سنگاروں میں وہ سب سے ہی گو اُتار
 نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ پڑا
 گل و سنبل اُسپر سے قربان ہے
 لڑی تھی زبس سحر سے اُسکی سانٹھ
 ولے ہاتھ آنا ہے اُسکا کٹھن
 اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہو شیار
 وہ پیٹھ اُسکی شفاف آئینہ سان
 کہوں اُسکے عالم کا کیا ماجرا
 بھری تھی دلوں سے زبس اُسکی ہانگ
 حل عاشق اُسپر سے قربان ہے

کشا کش میں تھا ورنہ جینا تو بیچ
 غرض حسن کا اُسکے ہر سب یہ بھید
 کرے سُرخ جو کوئی اُس میں ہو باغ
 کیا قتل گو اُس نے دل کو تو کیا
 کہا نیک کہوں اُسکی چوٹی کی بات
 دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول
 بہت موشگافی جو کی میں نے بیان
 نس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مثال
 اب اس بیچ سے باہر آتا ہوں میں
 غرض وہ مڑی جب دکھا اپنے بال
 ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی
 غضب منہ یہ ظاہر لے دل میں چاہ
 یہ ہے کون کی بخت آیا یہاں
 یہ کہتی ہوئی اُن کی آن میں
 دیا ہاتھ سے چھوڑ پر دہ شتاب
 کہ اتنے میں آئی وہ دُختِ وزیر
 مجھے جو چلے تو خوش آتے نہیں

بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی بیچ
 جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید
 کرے خونِ دل اپنا اُسکو معاف
 شفق کا نہیں شام پر خونہا
 کہ تھوڑا ہی سانگ اور بڑی ہو یہ رات
 ولیکن یہ ہو عرض میری قبول
 گھٹانے کی جاگہ نہ تھی درمیان
 ہوئی ہے مری فکر مجھ پر وبال
 سمان ایک تازہ دکھاتا ہوں میں
 تو گویا کہ مارا مجھت کا جال
 چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی
 نہاں آہ آہ اور عیان واہ واہ
 میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں
 چھپی جا کے وہ اپنے دالا میں
 چھپا ابر تار یک میں آفتاب
 لگی ہنس کے کہنے کہ بد زبیر
 ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

مری طرف ٹک دیکھ تو ہاے ہاے
کیا ہے اگر تو نے گھائل اُسے
ٹک اک حظ اٹھا زندگانی کا تو
مے عیش کا جام اب نوش کر
چُسن و جوانی یہ جوش و خروش
کہان یہ جوانی کہان یہ بہار
سدا عیش دوران دکھاتا نہیں
سبھی یوں تو دنیا کے ہین کار و بار
خوشا وہ زمانہ کہ دواک جگہ
کہان چاہ والے ہین یوسف عزیز
ترے گھر میں آیا ہو مہمان غریب
شتابی سے مجلس کو تیار کر
بلا ساقیان گل اندام کو
شب و روز پی مل کے جام شراب
یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
میں سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر
لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہوش

مثل ہی کہ من بھائے مُنڈیا ہلا ہے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے
مزرہ دیکھ اپنی جوانی کا تو
غم دین و دنیا فراہوش کر
غفور است ایزد تو ساغر بنوش
یہ جو بن کا عالم رہے یادگار
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
دلے حاصل عمر ہے وصل یار
کہیں یک دگر جلوہ مہر و مہر
اری باولی چاہ میں کرتی سنہ
یہ ہر وار دات عجیب و غریب
تو اس گل سے گھر رشک گلزار کر
نگہ ساتھ گردش میں لاجام کو
مہ و مہر کو رشک سے کہ کباب
لگی کہنے اب جھابھلا ری بھلا
بہانے تو کرتی ہی کیوں مجھ پہ دھڑ
ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غمش

<p>بھلا میری خاطر بلا لوشتاب اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں کیا میربان میمان کے تئیں محل کا سمان سب دکھایا اُسے بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ</p>	<p>تھیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب یہ آپس میں رمزون کی باتیں ہوئیں بلا لائی جا اُس جوان کے تئیں بلا اک مکان میں بٹھایا اُسے پھر اُس نازنین نے پکڑا اُسکا ہاتھ</p>
---	--

ملاقات کرنا بدر منیر کا بنیظیر سے

<p>ملی ہو نصیبوں سے یان بجائے عیش قرآنِ مہ و مہر ہے اس جگہ بہار وصالِ غریبان ہے آج نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیان بدن کو چورائے ہوئے ناز سے لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے کہ جونِ شبنم آلودہ ہو یا سمن رہے شرم سے پائے بندِ حجاب ہوئی دل میں اپنے وہ نجم النساء پیائے کو پھر جلد اُس نے بھرا یہ پیالہ تو اُس بُت کے مُنہ سے لگا</p>	<p>بلا سا قیام مجھ کو صبا سے عیش بہم مل کے بیٹھے ہیں دورِ شک و ہر اک برجِ رشکِ گلستان ہو آج بزور اُس کو لا کر بٹھایا جو وان وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے مُنہ آنجل سے اپنا چھپائے ہوئے پسینے پسینے ہوا سب بدن گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا</p>
--	---

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
 میں صدقے تیرے تجھ کو میری قسم
 یہ دیکھ اُسکی منت پیالہ اُٹھا
 کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق
 کہا شاہزادے نے ہنس کر کے یوں
 غرض ہو گئے آپس میں راز و نیاز
 پھر آخر کو شہزادہ نے بھی اُٹھا
 جب آپس میں چلنے لگے جامِ نل
 ہوئی یکدگر پھر تو تفتیشِ حال
 کھلا بند جس دم در گفتگو
 کہی ابتدا سے جو گزری تھی سب
 پری کا بھی احوال ظاہر کیا
 کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے
 پُرس دل ہی دل بیچ کھایوچ و تاب
 مروتِ پری پر وہ تم پر مرے
 میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں
 عیشِ تم سے کیوں دل لگائے کوئی

لبِ لعل شیریں کو ٹاک کھول تو
 کئی ساغر اُس کو پیلا و مبدم
 اُدھر سے پھرا منہ کو اور سُکرا
 پیے وہ پیالہ نہیں اُسکا شوق
 بیون کسی کے نہوڑے سے کیوں
 پیے دو پیالے بصدِ امتیاز
 دیا ساغر اُس مہ کے منہ سے لگا
 مندے غنچہ سانِ دل کھلے مثل گل
 لگی ہوئے آپس میں قال و مقال
 جو ان نے حقیقت کہی وہ ہو
 جتنا یا سب اپنا حسب اور نسب
 چھپے راز سے اُس کو ماہر کیا
 زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے
 دیا شاہزادی نے اُسکو جواب
 بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پیرے
 یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں
 بے چنگے دل کو جلاو سے کوئی

<p>جلے کس لیے آتش رشک سے کہا کیا کروں آہ بدرِ سیر میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اُس سے کیا کسی کے مجھے دل سے کیا ہو خبر تو آپس میں مہنس مہنس کے رونے لگے پہر بھر گئی اتنے عرصہ میں رات کہا اب میں جاتا ہوں بدرِ منیر تو پھر آج کے وقت کل آؤ لگا اگر دن کیا پھنسا ہوں عجب دلم میں کوئی آپ سے جان مرتا نہیں میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں دل اس طرف اسکا روانہ ہوا ادھر کا ہوا قیدی او دھر اسیر اُٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہات مزہ دل میں سارے سما یا ہوا نہ ہو وصل و دل کو ہو اضطراب وہ پہلے پہل دل لگانا غضب</p>	<p>سے شمع سان کیوں کوئی اشک سے یہ سن پانوں پر گر پڑا بنیظیر کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا کہا چل سراپنا قدم پر نہ دھر یہ رمز و کنائے جو ہونے لگے رہی دل ہی دل میں غرض دل کی بات خبر رات کی سن اُٹھا بنیظیر اگر قید سے چھوٹنے پاؤ لگا یہ مت سمجھو ہوں میں آرام میں دل اس جاسے اُٹھنے کو کرتا نہیں اگر مجھ پر رکھیو ذرا میری جان یہ کہ اُس طرف وہ روانہ ہوا گیا اپنے معمول سے بنیظیر پری ساتھ کاٹی وہ جون توں کی رات سمان شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا اُٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب نئی بات کا لطف پانا غضب</p>
---	---

قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب
محبت میں زلف سیہ فام کی
وہ دن ہجر کا اُس پہ شامت ہوا
ادھر کا تو احوال تھا اس طرح
ذرا اب سو تم ادھر کا بیان
وہ شب اُسکو اندوہ و غم میں کٹی
رہی صورت آنکھوں میں جو بار کی
کچھ امید دل میں کچھ اک جی کو یاس
لگا اُسکو باتوں میں تجم النساء
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار
لگی کتنے چل رمی دوانی نہ ہو
کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار
عرض شاہزادی بہت دور تھی
نہاد صو کے اُس روز ایسی بنی
وہ مگرے کا عالم وہ گنگھی کا رنگ
وہ مٹی اور اُسکے لب لعل فام
وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب

ملے مجھ سے شمع شب افروز کب
لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
اُسے کا ٹنڈن قیامت ہوا
کہا میں نے کر مختصر جس طرح
ہوا طرف ثانی کا کیا حال وان
گھڑی جو کٹی سوالم میں کٹی
ہوئی یاد میں صبح رخسار کی
لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اُداس
لگی کتنے جی چاہتا ہے مرا
مجھے حسن کی اپنے دکھلا بہار
کوئی چیز اپنی بگائی نہ ہو
وہ ہی کون جسکو دکھاؤں بہار
یہ شکل اُسکو پہلے ہی منظور تھی
کہ دودن کی سچ مچ ہو جیت بنی
شب ماہ ہو دیکھ کر جسکو دناگ
سودا دیار بدخشان کی شام
کہ تو پیری زرستان میں شب

سُرمِ تہسپِ سُرے کی تحریر سے
 کھوٹا وہ پانون کا مٹی کے ساتھ
 وہ تپشوازاک ڈانک کی جگہ کی
 اوراک اور مٹی خالی مقیش کی
 جو دیکھے وہ انگیا جو اہر نگار
 وہ باریک گرتی مثال ہوا
 ڈاک سرخ تیفے کی ابھری ہوئی
 مغرق زری کا وہ شکوہ بند
 پڑی پانون میں کفش زرین نگار
 لگا پاس سے وہ نازنین تابہ فرق
 گٹھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
 وہ چھپ تختی اُسکی نزاکت نژاد
 بھری مانگ موتی سی جلوہ کنان
 وہ ماتھے پر ٹیکے کی اُسکے جھلک
 ہوس ہونہ دیکھ اُسکے زیور کو پھر
 وہ بائے کی تابندگی زیر گوش
 وہ ہیرے کا کلمہ بعد آب و تاب

کھنچے ہاتھ کا فر کے شمشیر سے
 کہ جون دامن شب شفیع کے ہو ہاتھ
 ستارون کی تھی آنکھ جس پر لگی
 پڑی چاندنی سے سر عیش کی
 فرشتہ ملے ہاتھ بے اختیار
 عیان موبہ جس سے تن کی صفا
 گلابی سی گرد ایک تہ دی ہوئی
 ثریا سے تابندگی میں دو چند
 ستارون کی جس کی زمین پر بہار
 سراپا جو اہر کے دریا میں غرق
 وہ پوشاک و زیور کی اُسپر بھین
 چمن زار قدرت میں نخل مراد
 نمایان شب تیرہ مین کہکشان
 سحر چاند تارون کی جیسے چمک
 کہ تو کہ ٹیکا تھا سب اُسکے سر
 جسے دیکھ اڑ جائیں بجلی کے ہوش
 وہ صبح گلو مطلع آفتاب

وہ ہنسنے پہ چنپا کلی کی پھبن
وہ چھاتی پہ الماس کی دھلک کی
وہ موتی کے مانے لٹکتے ہوئے
وہ الماس کی ہیکل اک خوش نما
وہ بھبھند بازو کے اور نور تن
وہ پونہچی زمرہ کی اور دست بند
وہ لعلون کی پازیب آؤزہ دار
وہ مینے کے پائون مین چھلے تھے گل
وہ ہالون کی بورشک مشک ختن
زمین سے معطر ہوا تا فلک
کیا اس طرح سے جب اُسے سنگار
فلک تک گئی حسن کی اُسکے دھوم
خواصون نے گھر کو دیا انتظام
بیکھا فرش اور کرچہ کھٹ کو صاف
وہ زرگس کے دستے جو آفاق مین
ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
دھیرے لٹکتے حاصل یوان مین

کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
رہی آنکھ سورج کی جہر جھکی
رہیں دل جہان سر شکتے ہوئے
تصور رہے جسکا دل سے لگا
کہ جون گل سے ہو شاخ زیب حین
نزاکت مین تھی شاخ گل سے دوچند
سدا اشک خونین ہو جس پر نثار
کہ آنکھوں سے دل نہ کھاتے تھے گل
وہ ڈوبا ہوا عطر مین اُسکا تن
زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک
ہوئے مہر و مہ اُسکے مٹھ پر نثار
لیا ہاتھ مشاط نے اپنا چوم
تمامی کے پردے لگائے تمام
مرصع کا اُس پر اڑھا کہ غلاف
نہ نکلیں سولا کہ چنے طاق مین
کہ لیجاوے بو اُنکی گل پر شرف
ہوا ہو گئی عطر دالان مین

دھری کیا ریان اک طرف بیٹھا
 آج اور مرنے دھری خوشنما
 چھپر کھٹ کے پاس ایک مسند سجھا
 جنگلیہ بن بنا اور رکھ پاندان
 کئی عطر دان وان مرصع دھری
 سرھانے مجلد دھری اک کتاب
 دھری اک بیاض در رشک چین
 قلم ان بھی اک نزاکت بھرا
 دھری اک طرف گنچہ خوش قماش
 بچھی ایک چوکی پڑا تو رہ پوش
 صراحی و ساغر شراب و کباب
 وے اُسکو رکھا چھپائے ہوئے
 کہا خاصہ پز کو خبر دار کر
 یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ
 سر شام لی ہاتھ میں اک چھری
 روش پر لگی بھرنے ایدھر اُدھر

چنی اک طرف ڈالیون کی قطار
 وہ باہر کے دالان میں جا بجا
 اور اُس پر تمامی کے تکیے لگا
 قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان
 انوکھی گڑھت کے کئی چوگرے
 ظہوری نظیری کا کل انتخاب
 پُر از شعر سودا و تمیر و حسن
 قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا
 دھری چو پڑا اک طرف کو غم تراش
 کرین دیکھ کر غش جسے بادہ نوش
 دھرا اُس پہ ساقی نے کرا انتخاب
 کہ چھوٹے نہیں منہ لگائے ہوئے
 کہ رکھیو تو خاصے کو تیسار کر
 خزا مان ہوئی سرو نو خاستہ
 ولیکن چھری وہ کہ جگنو جڑی
 کہ چھپ جائے سورج اُسے دیکھ کر

داستان بنیظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

بلا مجھ کو ساقی شرابِ وصال
 ٹڑپتا تھا اور دھڑو وہ مینظیر
 پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا
 تامل کی سجاوٹ سے کر درست
 پہن لعل و یا قوت کے نور تن
 فلک سیر پر ہوشنابی سوار
 یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ
 نظر نازنین کی جو اُس پر پڑی
 کیا چھپ کے عالم پر اُس کے جو دھیان
 کہ دھانی ہے جوڑا گلے میں پڑا
 کہے تو کہ شب چاندنی آن کے
 وہ حُسن اور پوشاک اور وہ شباب
 سمان دیکھ اُس شعلہ سبز کا
 خواصین جو تھیں دم بخود جانکر
 کہ اب کس طرف انکو لیجا یئے
 کہا وہ جو آراستہ ہے مکان
 کہے کے بہ جب اُڑھا کر نقاب

کہ اب ہجر سے تنگ ہو میرا حال
 ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر
 کہ اکدن میں جوڑے کو دھانی رنگا
 بنا جلد جلد اور پہن تنگ و چست
 وہ گل اس طرح ہو کے رشکِ چمن
 ہوا آسمان پر ہوا ایک بار
 کہ جس جاخرامان تھی وہ رشکِ مہ
 ہوئی جادو رختون کی اوجھل کھڑی
 تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
 چھپا سبزے میں چاند سا ہے کھڑا
 نکالا ہیونہ کھیت سے دھان کے
 زمر دین جون جلوہ آفتاب
 ہوئی اور جلنے کی اُس کو ہوا
 کہا ایک ہمراز نے آن کر
 جہان حکم ہو جا کے بٹھلا یئے
 ادھر سے تو وون ہو کے لیجا ومان
 چھپا اُسکو وان لا بٹھا یا شباب

اور ایدھر سے آئی جو بدرِ منیر
 لباس اور زیور سے عیش عیش کیا
 حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی
 محبت کے رشتہ سے اینچا اُسے
 یہ گرمی ہو جس سے رہے اُسکے ساتھ
 رکھائی نے قیری ستایا مجھے
 ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا
 ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل
 وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز
 ہوے اور ہی اور کچھ وانکے طور
 لگی اُن مین ہوئے عجب گفتگو
 لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار
 بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں
 چھپر کھٹ مین لیٹے ہم آغوش ہو
 چھپے ایک جادو مہ و آفتاب
 درخسن کے کھل گئے دو کو اتر
 ہوئے نخلِ امید سے وہ نہال

وہ بیٹھا جو خلوت مین آئینِ نظیر
 اُسے دیکھ اُسے تو پھر غش کیا
 زبیں جو صلے نے جو تنگی سی کی
 پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے
 لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ
 کہا ہاے پیاری جلا یا مجھے
 ارے ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا
 تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل
 غرض آخرش بعد از و نیاز
 ہوا پھر تو صبا کے گلگون کا دور
 ہوے جب وہ بدست دو ماہر
 کہ دستے جو نرگس کے تھے وان ہزار
 خوامین جو تھیں رو بروٹ گئیں
 غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
 لیا کھینچ اُنھوں نے جو پردہ شباب
 لگی ہونے بے پردہ جو چھپر چھا
 لگے پینے باہم شراب وصال

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن
 لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو
 لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
 کسی کی گئی چولی آگے سے چل
 غم و درد دامن کشیدہ ہوے
 اُٹھے پی کے باہم شراب امید
 چھپر کھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم
 نشے سے وہ لذت کے بیہوش ہو
 عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبین
 یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر
 پہر کے وہ بچتے اُٹھا بتینظیر
 نہ بولی نہ کی بات نہ کچھ کہا
 کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو
 خفا اُسکے ہونے سے وہ نوجوان
 ہوے دل جو دونوں کے آپس میں بند
 بندھا پھر تو معمول سکامدام
 سہ رات تک ہنستا اور بولنا

دلوں سے ملے دل بدن سے بدن
 گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو
 چلے ناز و غمزہ کے آپس میں ہاتھ
 کسی کی گئی چین ساری نکل
 وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوے
 کوئی سُرخ رو اور کوئی رو سپید
 نکل آئے بھرتے محبت کا دم
 گئے بیٹھے مسند پہ خاموش ہو
 کیے آنکھیں نیچی اُدھر نازنین
 کہ اتنے میں او دھر سے باجا پہر
 ہوئی غم کی تصویر بددِ منیر
 نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا
 پھر آؤ رنگا بولی کہ مختار ہو
 گیا تو وے منہ پہ آسور وان
 لگی ہجر سے دل پہ آئے نگرند
 کہ ہر روز آنا اُدھر وقت شام
 درِ حسن اور عشق کو کھولنا

<p>کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول</p>	<p>کبھی ہجر سے اُنکو ہونا ملول</p>
<p>دستانِ خبر پانا مہج کا زبانی دیو کے عشقِ بنیظیر اور بد مزیر سے اور قید کرنا بنیظیر کو</p>	<p>دستانِ خبر پانا مہج کا زبانی دیو کے عشقِ بنیظیر اور بد مزیر سے اور قید کرنا بنیظیر کو</p>
<p>کہ ہر چرخ بھی درپے انتقام کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں کرے ہر شب وصل کو روز ہجر پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے کہ معشوق عاشق ہوا اور پر لگی کئے آئین یہ بلا کیا ہوئی ہوئی دشمن اب اُسکی مین جان کی کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا کھڑی تھی دیے ہاتھ میں اُسکے ہاتھ وہ دونوں مجھے دان پڑے تھے نظر کہا دیکھنے پاؤں اُسکو ذری لگی ہو مری وہ تو اب سوخت ہو گر بیان کو اُسکے کروں تار تار بھلا اُسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ کہ ہے آدمی زاد کل سب سے وفا</p>	<p>بلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر جدائی اُنھوں کی خوش آئی اسے کسی دیو نے دی پری کو خیر یہ سن کر وہ شعلہ بھھوکا ہوئی قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی کہا دیو سے دے مجھے تو پتا کوئی نازنین سی تھی اک اُسکے ساتھ قصدار اُٹا میں جو ہو کر اُدھر یہ اڑتی سی اُسکی خبر سن پری تو کھا جاؤں کچا اُسے موت ہو وہ آوے تو آگے مرے نابکار یہی قول واقرا تھا میرے ساتھ ہمارے بزرگوں نے سچ ہے کہا</p>

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
 اُسے دیکھ غصے میں وہ ڈر گیا
 بلاسی وہ دیکھ اُسکے پیچھے لگی
 تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا
 الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا
 ٹپکا دیا تھا نہ تو نے یہی
 پھر جیسی راتوں کو دلشاد تو
 مزہ چاہ کا دیکھ اپنی ذرا
 تجھے جی سے ماروں تو کیا امِ غریب
 کہ جاہِ الم میں پھنساؤں تجھے
 یہ کہہ اور بلا اک پریزا کو
 اسے کھینچتا یان سے لیجا شتاب
 کنواں اُس میں جو ہو مصیبت بھرا
 اسے جا کے اُس چاہ میں بند کر
 سرشام کھانا کھلانا اسے
 نہ دیجو سوا اسے جو کچھ کہے
 دس دو اُس گل کے نزدیک اُ

کہ اتنے میں آیا وہ رشاکِ قمر
 کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
 کہا سُن تو اے موزی و مدعی
 کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا
 یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
 بھلا اسکا بدلانہ لون تو سی
 کریگا دنوں کو بہت یاد تو
 جھنکاتی ہوں کیسے کنوین رہ بھلا
 ولے چاہتے تھے یہ تیرے نصیب
 ہنسنا ہے تو جیسا اُلاؤں تجھے
 کہا سُنو اسکی نہ فریاد کو
 وہ صمرا جو ہر درد و محنت کا باب
 کئی من کا پتھر ہے اُسپر دھرا
 وہی سنگ پھر اُسکے مُنہ پر تو دھر
 اور اک جامِ پانی پلانا اسے
 یہی اسکا معمولِ دائم رہے
 پکڑتا تھ اُسکا فلک پر اُڑا

اُرمی اُس پہ جو آسمانی بلا
 ہوا یوں جو اُس سخت واژون کا اوج
 کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے
 کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں
 وہ یوسف کنوین میں ہوا جبکہ بند
 کھلے اُس کنوین کے یکا یک نصیب
 منور وہ گھر اُسکا سارا ہوا
 وہ اندھا پڑا تھا سوروشن ہوا
 ولے پانوں جب اُسکا تہ پر گیا
 زمین میں سما یا تجیر سے آب
 ہوا وان سے اوپر گئی کانپ کانپ
 دل اُس نازنین کا دھڑکنے لگا
 اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا جو
 نکلنے کی سوچھی نہ وان اُسکو راہ
 اندھیرے نے اُسکا کیا دم خفا
 فغان کی بہت اور پکارا بہت
 پکارا وہ جس جس کو فریاد کر

دل اُس نازنین کا ہوا ہو چلا
 جلی آہ و نالہ کی ساتھ اُسکے فوج
 یہی عشق کی جان معراج ہے
 کنوان وہ جو تھا قاف کی راہ میں
 ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند
 کہ آیا وہ اُس میں مرد و لفریب
 کنوین کی وہ پستلی کا تارا ہوا
 جوان اُس میں وہ سانپ کا من ہوا
 کنوان اُسکے اندوہ سے بھر گیا
 گئے سوکھ آئسو کنوین کے شباب
 کنوین نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھاپ
 جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا
 ہوا قید آہ اُس اندھیرے میں وہ
 ہوا اُسکی آنکھوں میں عالم سیاہ
 کہ جون لے سیاہی کسی کو دبا
 سراپنے کو ہر طرف مارا بہت
 نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدھر

نہ مونس نہ غمخوار اُسکا کوئی
 وہی چاہ تار یک اُسکا رفیق
 ہوا بھی نہ دان جس سے دمساز ہو
 کنواں ہی دِراں اُسکا ہمدرد ہے
 کنواں اُسکو پوچھے وہ پوچھے اُسے
 سیاہی میں جیسے ہو کا فر کا دل
 نہ شب کی سیاہی نہ وان دن کا نور
 غم و درد اُلفت کو کھا کھا جیسے
 اس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ
 نہ تھا وہ کنواں تھا ستونِ الم
 کروں مختصر بیان سے اس غم کی بات
 نہیں مخلصی سو جھتی اب اُسے
 پھر اس طرح سے جو وہ بینظیر
 بہم دو دیون میں جو ہوتی ہے چاہ
 قلق و ان جو گزرتو یان غم ہوا
 کنواں دن جو آیا نہ وہ رشکِ ماہ
 گاہ کتنے تجمِ الفاس سے ہوا

نہ تھا جز خدا یار اُسکا کوئی
 وہی سنگ سر پہ سجائے شفیق
 کنوین کی سُنے کون آواز کو
 جو اُس سے سنے وہ ہی اُس سے کہے
 اندھیرے سوا کچھ نہ سونجھے اُسے
 صعوبت میں اُس سے جہنمِ خجل
 سدِ اظلمتِ غم کا اُسجا ظہور
 لہو پانی اپنا کنوین میں پیے
 قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ
 نشانِ شبِ آفتِ درد و غم
 لگا رہنے اُس میں وہ آبِ حیات
 نکالے خدا دیکھے کب اُسے
 پڑی بیستہ راری میں بدِ مہیر
 تو ہوتی ہو دل کے تئیں دل سے راہ
 رُکا جی و بان یانِ خفا دم ہوا
 نظر میں ہوا اُسکی عالمِ سیاہ
 خدا جانے اُس شخص پر کیا ہوا

کہا اُس نے بی تلو سودا ہے کچھ
 خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
 وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہی چاہ
 رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے
 تفول بھلا کچھ نکالا کرو
 یس چپ رہی دل میں کھانچ و تاب
 گئے اسے جب دن کئی اور بھی
 دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
 ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب
 تپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
 خفا زندگانی سے ہونے لگی
 تپ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
 نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
 جہان بیٹھنا پھر نہ اٹھنا اُسے
 کہا اگر کسی نے کہ بی بی چلو
 جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
 کسی نے جو کچھ بات کی بات کی

وہ معشوق ہے اُسکو پروا ہی کچھ
 مری چڑھ ہے اتنا بھی ہونا خدا
 عبث آپ کو مت کرو تم تباہ
 جھکے آپ سے وہ تو جھک جائیے
 ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو
 دیا کچھ نہ اس بات کا پھر جواب
 بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
 درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
 لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
 دُراشتک سے چشم بھرنے لگی
 بہانے سے جا جا کے سونے لگی
 اکیلی لگی رونے مُنہ ڈھانپ ڈھانپ
 نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
 محبت میں دن رات گھٹنا اُسے
 تو اٹھنا اُسے کہہ کے باجی چلو
 تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
 پہ دن کی جو بو چھو کہی راست کی

<p>کہا اگر کسی نے کہ کچھ کھلے کسی نے کہا سیر کیجے ذرا جو پانی پلانا تو پینا اُسے نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر نہ فتنہ اُسی سے سوال و جواب جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن</p>	<p>کہا خیر بہتر ہے منگو ایسے کہا سیر سے دل مرا ہے بھرا غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے بھرا دل میں اُسے محبت کا جوش وہی سامنے صوبھا اُٹھوں بہر سدا رو برو اُسے غم کی کتاب تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن</p>
---	--

غزل

<p>یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا گنہ چشم خونبار کا کچھ نہیں شک کے لئے تو اتنا ہنسایا نہ تھا نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن غزل یا رباعی و یا کوئی فرد سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں سب کیا کہ دل سے تعلق ہو سب اے مجھ پہ اپنا ہی جیوڑا نکل</p>	<p>مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا نہیں تو مرا جی ٹھکانے لگا مراد دل ہی مجھ کو ڈبائے لگا کہ جسکے عوض یوں رُلانے لگا مراد دست مجھ کو ستانے لگا اسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس میں درد نہیں کچھ تو اسکی بھی خواہش نہیں نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہو غضب کہان کی رباعی کہان کی غزل</p>
--	--

داستان بد منیر کے غم و اندوہ کی اور عیش بانی کے بلائے مین

پلا سا قیام کیتکی کی شراب

کہ دیکھوں مین کیفیت بوستان

کہ دنیا میں تو امہیں شادی و غم

کہا جا کے دیکھوں چمن کو ذری

کہ غم نے کیا ہے نہٹ مضمحل

ہوا پھر ہوئی اس کو گلزار کی

چلی اٹھ کے دالان سے سیر کو

وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا

اور اک پانوں موڑے سے لٹکا دیا

زبان ثنا و صفت مین جسکے لال

نہ ہو ایسی کیفیت پائین باغ

سُہری شبنم جسکو ہو دیکھ دنگ

دری کی ٹکی جیسے تھل پہ قور

پُری تھی عجب ڈھب سے چین چین

وہ جو بن کے عالم کی سرسائیان

وہ سینے سے اس کے گچوں کا انداز

گلابی مین غنچہ کی مجھ کو ثناب

پیالے مین نرگس کے دے میر بجان

حکایت کروں ایک دن کی رقم

اُٹھی سو کے اک دن وہ رشک پری

مگر غنچہ سان کچھ کھلے میرادل

زبس گل سے آتی ہے بویار کی

پہر ایک دن تھا کہ منہ ہاتھ دھو

زمر کا موڑھا چمن پر بچھا

کہ زانو پہ اک پانوں کو دھر لیا

نہ پوچھ اس کے پائے نگارین کا حال

کھاک اور فندق سے لالہ کو داغ

طلائی کرتے اور کھاک کا وہ رنگ

جواہر کے چھلے بھرے پور پور

زبس سو کے اُٹھی تھی وہ نازنین

خاماری وہ انکھیاں وہ انگڑائیاں

جوانی کا موسم شرع بہار

نشتے میں وہ اُحسن کے بیٹھنا
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی
وہ شیشے کا حقہ مرصع کا کام
ولے ایک اُسپر پڑا تھا جو بیچ
لبِ نازک اوپر وہ تہنال دھر
ادھر اور ادھر ہر طرف تھی نگاہ
خواصین کھڑی اُسکی سب گرد و پیش
کوئی مورچہ لے کوئی پسکد ان
ریلی چھیلی بنی تنگ و چست
کھڑی نیچی آنکھیں کیے باادب
وہ آنکھیں کہ کرتی تھیں جید مرنگاہ
کئی ہمد اُس کی جو تھیں ماہرو
برابر برابر ادھر اور ادھر
سمان اُس کھڑی کا کون کیا میں آہ
عجب حُسن تھا باغ میں جلوہ گر
چمن اُس کھڑی بر سر جوش تھا
تاسِ عطریں تھی وہ ڈوبی ہوئی

وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ بیٹھنا
کہ لالے کی پتی تھی اُس میں پڑی
مغزق زری کا وہ بیچ تمام
یہ سب اُسکے آگے تھا گویا کہ بیچ
لکائے تھی پردے میں دو دگر
کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
لباس اور زیور سے ہر اک درست
اسی شرم سے پر قیامت غضب
اُدھر شرم میں آتے تھے سب بھول دکاہ
بچھاتی ہوئی گریبان سو بہ سو
وہ گرد اُسکے بیٹھی تھیں بایکدگر
ستاروں میں تھا جلوہ گر ایک ماہ
کہ ہر گل کی تھی اُسکے مُنہ پر نظر
گل و غنچہ جو تھا وہ بیہوش تھا
دو بالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی

کہ مہکا تمام اُسکی خوشبو سے باغ
 ہوا لالہ گل اور گل نرسن
 زمر و کودی اور اُسے چمک
 گیا اڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
 ہوا دیکھ اپنے گلوں کو نگار
 لگے کہنے اس باغ کا ہیہ دل
 ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
 وہ مہ سب کے دل میں ہوئی جلوہ گر
 ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
 مری عیش بانی کو لے آئیو
 کرے دو گھڑی آکے مبرا بیان
 کوئی دم تو داغ جگر پھول ہو
 جلتے جگر دل سلگتا نہیں
 لیا عیش بانی کو اُسے پکار
 کہ جائے لگا جی مسلمان سے
 کہ مستی میں پانوں کہیں کاہیں
 نشے میں بھوکا سا چہرہ بنا

معطر ہوا اور گل کا دماغ
 پڑا عکس اُسکا جو طرف چمن
 درختوں پر اُسکی پڑی جو جھلک
 ہوئی اُسے میٹھے سے گلشن کی زیب
 چمن نے جو اُس گل کی دیکھی بہار
 گل و غنچہ و لالہ آپس میں مل
 گئی جب سے بلبل کو گلشن کی چاہ
 ہوئے دان کے آئینہ دیوار و در
 کہ اتنے میں کچھ جی میں جو آگیا
 ارے ہے کوئی ہان ذرا جا بیو
 عجب وقت ہو اور عجب ہو سماں
 خفا ہوں مرا جی بھی مشغول ہو
 کسی طرح سے جی تو لگتا نہیں
 یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار
 وہ آنے لگی کافر اس آن سے
 عجب چال سے وہ چلی نازنین
 وہ خلقت کی گرمی وہ ڈوم پنا

لٹین مٹھ پہ چھوٹی ہوئیں سرسبز
 وہ بن پونچھے ہونٹوں کی مٹی غضب
 فقط کان میں ایک بال لپڑا
 وہ پیشواز اگرئی وہ نرگس کے ہار
 بندھا سر پہ چوڑا بڑی زرد شمال
 وہ شبنم کی انگلیا بنی تنگ چُست
 وہ اٹھی ہوئی چین پیشواز کی
 وہ منہدی کا عالم وہ توڑے چھڑے
 جلی وان سے دھن اٹھاتی ہوئی
 عجب ایک عالم تھا بے ساختہ
 کئی کافرین اور بھی دلنواز
 جلیں ایک اغماض ورناز سے
 روش پر جو تھا فرشتے کے حضور
 ہوا حکم گوری کا جو بر ملا
 نہ پایا آسمان پر جو طلبوں کو کھینچ
 لگی گانے پیا وہ اس آن سے
 عجب تال ریتی تھی انداز سے

کہ بدلی ہو جیون مہ کے ایدھر اودھر
 کہ مٹھ پیر تھی گویا قیامت کی شب
 کہے تو کہ تھا مہ کے ہالا پڑا
 وہ کنجواب کی بند رومی ازاد
 کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
 کناروں پہ مینا بنت کا درست
 وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
 وہ پانوں میں سونے کے دودر کرے
 کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی
 کہ عالم تھا اک اُسپہ جان باختہ
 لیے ساتھ ساتھ اُسکے سب پنا ساز
 کھڑی وان ہوئیں ایک انداز سے
 ادب سے وہاں بیٹھیاں مل کے دو
 لیے ساز اپنے سبھوں نے اٹھا
 ہر اک تھا پمین دل لیا سب کا بیچ
 نکلنے لگی جان ہر تان سے
 کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے

مسلل تھی اک پھلجھڑی نور کی
 کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی
 عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
 وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سماں
 سہا ناہراک طرف سایہ ڈھلا
 وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ
 پہلے سنہرے ورق صبح و شام
 وہ آنکھوں کے دورے نشے کا ترنگ
 درختوں سے آناشفق کا نظر
 ہراک جانور کا درختوں پہ شور
 وہ ہستی سے پانی کا بہنا وہاں
 کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ
 وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ
 اچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ
 ہوئے محو سن کر چرند اور پرند
 اڑے جس جگہ سواڑے رہ گئے
 جو بیٹھے سونپٹھے نہ پھر رہا

وہ تھی گٹکری یا لڑی نور کی
 گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی
 غرض کیا کمون اُسکا مین ماجرا
 وہ گانے کا عالم وہ حسنِ بیاں
 گھڑی چار دن باقی اُسوقت تھا
 درختوں کی کچھ چھانوں اور کچھ وہ دھوپ
 لپیٹے ہوئے پوستوں پر تمام
 وہ لائے کا عالم ہزارے کا رنگ
 گلابی سا ہو جانا دیوار و در
 وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
 وہ سر و سہی اور وہ آبِ روان
 وہ اڑتی سی نوبت کی دھیمی صدا
 وہ قصبتان اور وہ ستھرے الاپ
 وہ دل پسینا ہاتھ پر دھڑکے ہاتھ
 نہ انسان ہی کا ہو دل اس میں بند
 غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے
 جو بیٹھے تھے آگے نہ وہ چل سکے

لگی دیکھنے آنکھ نہ گسٹا
لگے ہلنے آو جہاں سب درخت
درختوں سے گرنے لگے جانور
ہوئیں قریبان شوق سے نعرہ زن
ہوئے نہر کے سنگ پانی پھیل
عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
مندھا اس طرح کا جو اس جاسمان
ولیکن جو کچھ دل کیوں پر گیا
لگا تھا زبس عشق کا اُسکو تیر
بندھا اُسکو عاشق کا اپنے خیال
کہیں کا کہیں لے اڑا اُسکو راگ
لگی کہنے ہے یہ دیکھو نہ سیر
وہی جانے ہو جسکے کچھ دل کو لاگ
بھلا کیونکہ دل اُسکا خوش حال ہو
جگر میں اگر آہ کی سول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہونہال
گلشن و گل پہ کیا وہ نظر

گلوں نے دیے کان اودھر لگا
کھڑے رہ گئے سر وہو کر خست
بنے مثل آئینہ دیوار و در
بھرا اشک سے بلبلیوں کے چمن
پڑے سارے فوٹے اُسکے اچھل
کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر
ہو اسب کے دل کا عجب حال ان
کہ بن آئے ہر اک وہاں مر گیا
لگی ٹھینچنے آہ بد میں سیر
لگی رونے آنکھوں پہ دھڑک رہاں
ہوا سے ہوئی اور دوئی وہ آگ
نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر
کہ معشوق بن سب ہو گزرا آگ
کہ ہجران کا غم جسکے دنیاں ہو
لگے خار کیسا ہی گو بھول ہو
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
جسے اپنے گل کی نہ ہوئے خبر

<p>یہ کہہ کر اٹھی وان سے وہ دریا نوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا سب اٹھتے ہی بس اُسکے جاتی تھیں مری عقل اس جا پہ حیران ہے ہر اک رقت ہے اس کا عالم جدا کبھی ہے خزان اور کبھی ہے بہار</p>	<p>چھپر کھٹ میں جا کر گری منہ چھپا ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا طوائف کہیں اور خواصین کہیں کہ یا رب یہ کیسا گلستان ہے جو جا ہو یہ پھر ہو تو امکان کیا نہیں اک وتیرے پہ لیل و نہار</p>
--	--

داستان بنیظیر کے غم ہجر سے بد منیر کی میقاری میں

<p>پلا ساقی اک جام مجھ کو شتاب شب ہجر کی پھر علامت ہوئی گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک تور اکیلی وہ رونے لگی زار زار گرے چشم سے اُسکی اتنے گہر صبحی تو دے ساقی لعل فام ہوا آفتاب الم جو طلوع ذرا آئینہ لے کے دیکھا جو رنگ بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر</p>	<p>کہ پردے میں شب کے گیا ماہتاب غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی سجھوان کو کہا تم رہو دور دور اُسی اپنے عالم میں بے اختیار کہ دھویا اُسی آب سے منہ سحر کہ رزدھو کے مین رات کا ٹی تمام اُداسی کا ہونے لگا دن شرع تو جون آئینہ رہ گئی وہ بھی رنگ کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار لگی دل کو بہلائے ایدھ ۹: ۱۰</p>
---	---

<p>پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر جو گرتی ہے میلی تو محرم نہیں جو انگلی نہیں کی تو یوں ہی سی غم آلودہ صبح طربناک ہے نظرین وہی تیرہ بجتی کی شام کہ بگڑے سے دونا ہوا لکا بناؤ جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی بھلون کو بھی کچھ لگے ہے بھلا تو وہ بھی ہواک موج دریا سے م تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ کہ چون رنگ لالہ ہو وقت زوال تو گویا وہ ہے صبحِ عشرتِ فزا آیا آہ ہو نٹھون پہ کچھ سر دے کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی صی ہوا</p>	<p>زبان پر تو باتیں دے دل داس نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر اگر سر گھلا ہے تو کچھ غم نہیں جو مستی ہے دودن کی تو ہی وہی جو سینہ گھلا ہے تو دل چاک ہی نہ منظورِ سرمہ نہ کاجل سے کام ولیکن یہ خوبون کا دیکھا بھٹاؤ نہیں حسن کی اس طرح بھی کمی غرض بے ادائی ہی یان کی ادا جو ماتھے پہ چینِ جنین غم سے ہی وہ آنکھیں جو روئی ہیں بس پھوٹ پھوٹ تپ غم سے یوں تہمتاے ہین گال گریبان سینے پہ ہے جو گھلا نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے اواسے نہیں یہ بھی عالم جدا</p>
<p>بیتقراری بدین کی بنیاد کے فراق میں اور خیمہ النسا کے تسلی دینے میں پھنسی دام ہجران میں بدین</p>	<p>بقیا ساغر بے نظیر</p>

وہ حُسن و جوانی اور اُس پر یہ غم
 جہاں بیٹھنا آہ کرنا اوسے
 کبھی خون آنکھوں سے رو ڈالنا
 خواصوں کو بالا بتانا اوسے
 ولے اُن درختوں میں جس میں وہ ماہ
 سویہ بھی پہر دن سے آواں بدام
 گیا اس طرح جب مہینہ گذر
 اور اسکا ادھر رنگ گھٹنے لگا
 لگی رہنے تپ جان بیتاب میں
 محبت کا سودا سا ہونے لگا
 سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ
 خوشی اُٹھانے لگی دل میں شور
 یہ احوال دیکھ اُسکا دُختِ وزیر
 تو وہ ہو کہ سب کے تئیں بے وقوف
 مسافر سے کرتا ہو کوئی بھی بیت
 اری چار دن کے ہیں یہ آشنا
 گئے آسمان گہ زمین کے ہیں یہ

ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
 بہانہ نزاکت پہ دھڑا اُسے
 کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا
 اکیلی درختوں میں جانا اوسے
 سرشام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
 اُسی چھانوں میں بیٹھ کر تھی شام
 کہ وہ ماہ مطلق نہ آتا نظر
 جگر خون ہو مڑگان پہ بننے لگا
 لگا فرق آنے خور و خواب میں
 جنونِ تخم و حشت کا بونے لگا
 لگی عقل و عشق میں ہونے جنگ
 جتانے لگی ناتوانی بھی زور
 لگی جل کے کہنے کہ بدتر سیر
 کہ صر دل گیا تیرا اے بیوقوف
 مثل ہے کہ جوگی ہوے کسے میت
 ملا دل کو آخر کرے ہیں جدا
 جہاں بیٹھے جا بس وہیں کے ہیں یہ

وہاں آ

تو بھولی ہو کس بات پر ای بوا
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
اگر آپ پر کوئی شیدانہ ہو
وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے
تمھاری اُسے جاہ ہوتی اگر
لگی کہنے تب اُس کو بد منیر
کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہے
وہ اپنے دلون سے تو ہو نیک ذات
ہو ا قید یا اُس نے پایا نہ وہ
مجھے رات دن اسکا رہتا ہو ڈر
نہ باندھا ہو اُسکو کسی شیر میں
پری نے کہیں طیش کھا لاف میں
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
نہ ملنے کے دُکھ اُسکے سب میں سے
یہ کہہ حال دل پناہ دے لگی
گئی مُنڈ کرنی مار آخر کو لیٹ

خبر لے دوانی تجھے کیا ہوا
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے
تو پھر چاہیے اُسکی پروانہ ہو
عبث اُسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے
تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر
کہ سُنتی ہو اے میری دُختِ وزیر
کہ اُسکا خدا عالم الغیب ہے
ہوئی اُسپہ کیا جانے کیا رات
گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ
پری نے سُنی ہو نہ یان کی خبر
کیا ہو نہ اُسکے تئیں قید میں
دیا ہو نہ پھنیک اُسکو کہ قاف میں
کسی دیو کے مُنہ میں ڈالانہ ہو
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے
گھر آسوں کے پر وے لگی
چھپرکٹ کے کونے میں سر مُنہ لیٹ

خواجہ یحیٰ بکر بنیر کا بیٹھیر کو کہوین میں اور جو گن بنکر لکنا نجم النساء کی تلامذہ میں

پلاسا قیا جامِ جم سے وہ مُل
کسی کے تو آ کام فرخندہ حال
دور آنکھ جھپکی جو اس حال میں
قضا نے دکھایا عجب اُس کو خواب
جو دیکھے تو صحرا ہے اک لوق و دق
نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے
مگر بیچ میں اُس کے ہوا اک کنوان
کنوین کا ہی منہ بند اور اُس سے اڑی
صد اوان سے ہے یہ کہ بدرِ منیر
میں بھولا نہیں تجھ کو ای میری جان
پیر اس قید میں بھی ترا دھیان ہے
تو اپنی جو صورت دکھائے مجھے
نہیں تجھ کو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
تجھے کاشلِ سوقت میں دیکھ لوں
لیکن یہ ہے خام میرا خیال
کوئی دم کا مہمان ہوں آج کل
یہ سن وارداتِ شہِ بنیظیر

کہ غائب کا احوال ظاہر ہو نکل
کہ آخر یہ دنیا ہی خواب و خیال
تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال میں
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حالِ خراب
کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق
فقط اک کھٹ دست میدان ہے
کہ اٹھتا ہی آہوں کا واسطے دھواں
کئی لاکھ من کی ہے اک سیلِ پُری
ترے چاہِ غم میں ہوا ہوں اسیر
کروں کیا کہ ہے قید مجھ پر گران
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اس قیدِ غم سے چھڑائے مجھے
یہ غم ہے کہ تجھ کو نہ ہو دے خبر
جیوں میں اگر تیرے آگے مروں
نہیں وصل ممکن بغیر از وصال
اسی چاہ میں جائیگا دم نکل
جو چاہے کرے بات بدرِ منیر

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
 یکایک لگی آنکھ اتنے میں کھل
 نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ
 صد اپنے یوسف کی سن خواب سے
 کہا گو کسی سے نہ اُس نے یہ بھید
 ڈھلے منہ پہ آئینہ ہوا بسکہ رنج
 وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
 ز بس آہ نہان سے گھٹنے لگی
 مژہ وہ ٹپکتے جو تھے تیز سے
 بچنیا سا قد تھا جو رشک انار
 جلیں اُسکی آہوں سے گل صورتیں
 چھپا یا بہت اُس نے پر ہنشن
 کسی سے کسی کو جو ہوتی ہولاگ
 خواصین کئی وہ جو ہمارے تھیں
 کہا اُس نے رورو کے احوال خواب
 سنا جبکہ نجم النساء نے یہ حال
 لگی کہنے وہ یون نہ آئینہ ہوا

قصاب نے نہ اُسکی سنائی اُسے
 بھرے اشک خسار پر آئے دھل
 بڑی گوش میں پھر نہ آواز وہ
 اُٹھی باولی جان بیتاب سے
 ولے جون مر صبح چہرہ سفید
 چھپے چاندنی میں ستاروں کے گنج
 سراپا ہوا شکل اندود و درد
 تو منہ پر ہوائی سی چھٹنے لگی
 ہوے اشک خونین سے گلہ ز سے
 نکلنے لگے اُس سے شعلہ ہزار
 ہوئیں سب وہ مٹی کی جون موتیں
 چھپائے سے آتش چھپے ہے کہیں
 بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ
 بڑی خدمتوں میں سرا فرا تھیں
 لرلایا اُنھیں پڑھ کے غم کی کتاب
 ہوئی بیقرار می تب اُسکو کمال
 ترے واسطے میں نے اب دُکھ سہا

اُسے ڈھونڈھ لانے کو چلتی ہوئیں
 تو پھر آگے یہ دیکھتی ہوں قدم
 تو یوں جانو مجھ پر صدقے ہوئی
 ہوئی مین تو اس چاہ غم میں غرق
 کہ وہ ہے پری اور انسان تو
 مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میر سجان
 کہ ہوتا ہے تجھ سے مرا غم غلط
 اسی طرح جی سے گزر جاؤنگی
 پڑی اب تو اپنے ہی سر پر بلا
 ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول
 اس اندوہ کا مجھ کو چارا نہیں
 کیا اپنی پیشواز کو نارتار
 دیا خاک پر پھنیک ایہہ اُدھر
 سجا تن پہ جو گن کا اُسے لباس
 چلی بن کے صحرا کو جو گن کا بھیس
 بھوت اپنے تن پر ملا نہر بسر
 وہ پردہ سا کر اُس تن صاف کا

بس اب سر بصر انگلتی ہوں مین
 جو اتنی رہا کچھ مرے دم میں دم
 وگر مر گئی تو بلا سے موئی
 کہا شام ہادی نے سُن اور فینق
 بھلی جنگی اپنی نہ کھو جان تو
 رسائی ترسی ہوگی کیونکر وہاں
 مین بھتی ہوں اس سرے پر فقط
 وگر نہ مین رک رک کے مر جاؤنگی
 کہا اُسے کیا کیجیے پھر بھلا
 مین اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
 نتجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
 یہ کہ اُسے روؤ اتارا سنگار
 گریبان کو مثل گل چاک کر
 پھر آئے جو کچھ اُسکو ہوش و حواس
 پن سیلی اور گیر واد ڈھ کھیس
 کئی سیر موتی جلا رکھ کر
 پن ایک لہنگا زری باف کا

زری کے دوپٹے سے چھاتی کو باندھ
 زمرہ کی مندری لگا کان میں
 گلے پہ ڈال اپنے بالوں کے تئیں
 زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
 نین میں دیکے بل دوش پر چھوڑ دین
 غم سے آنکھوں کو کر لال لال
 زمرہ کی لہریں کو ہاتھوں میں ڈال
 جو منگی تھی من کی انھیں کر درست
 ہاتھ لگے جو گن وہ باہر کے تئیں
 تھکے ہوئے دل کا عیان منہ سے حال
 آواز میں روکا کروں کیا بیان
 کیسے حسن کو کس طرح کوئی ماند
 چھپانے کو سواں گانے جو جو کیے
 وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک
 زری کا وہ حلقہ سراو پر دھرے
 زمانے کو بھائی جو اُسکی ادا
 کرے، کرے تو ہم دل سے حساب

بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ
 کہ جون سبزہ گل ہو گلستان میں
 پریشان کر اپنے بالوں کے تئیں
 کیا گلستان کو جگمگا
 وہ باگین سی شبیر کی موڑ دین
 رکھا چشم میں خون دل کو نکال
 اور اک ہیں کاندھے پہ اپنے سنبھال
 پہن اپنے موقع سے چالاک و جست
 دکھاتی ہوئی چال ہر ہر کے تئیں
 اڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال
 صفار اکھ سے اور چکی وہاں
 چھپے ہو کہیں خاک ڈالے سے چاند
 غرض حسن نے اور جلوے دیے
 شب تیرہ میں کہکشانِ فلک
 کہ جون شب میں کوئی بنیٹی کرے
 تو اُس رات پردن کو صدقے کیا
 کہے سنبھل میں گیا آفتاب

تو دامن عشاق ہو مین گے تر
 کہوں کیا کہ جیسی کھلی کان پر
 ہوئی احسن کی اور کھیتی مہری
 وہ دونوں ہوئے اُسکے حلقہ بگوش
 زمر کو اُس گوش کی لو لگی
 جب ایسے کسی کے لگے جا کے کان
 گل و سنترن کی چمن میں بہار
 بھرے جس میں لالا کے لالے کے رنگ
 پڑے نور پر لعل کا عکس جون
 تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
 چلے جو کوئی مست اشدیشہ اٹھا
 نہ تھی بہین عشرت کی بہنگی تھی وہ
 ویا تھے سبوح بحر آہنگ کے
 کہ لاوے کوئی جیسے گنگا جلی
 وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل
 دوانہ ہوا جوگ دیکھ اُسکا جوگ
 لگے پھوڑنے دوست سرسنگ سے

یہ برق اور یہ ابر سیہ ہے اگر
 زمر کی مُندری وہ اس آن پر
 وہ مُندری وہ تن اُسکا خاکستری
 اُڑے سبزہ و گل کے دیکھ اُسکو ہوش
 نظر کر صفائی کو اُس گوش کی
 بڑھے کیون نہ ہر دم زمر کی شان
 وہ موتی کے مالے وہ مونے کے ہار
 گلابی سی وہ زگرہ سنو رخ رنگ
 وہ قشقہ کھنچا سُرخ ماتھے پہ یون
 ادا اُسکی دیکھے جو عاشق کھو
 یہ بہین اُسکے کاندھے پہ تھی خوشنما
 زیار محبت میں منگی تھی وہ
 نہ تھی بہین تھے مقمے رنگ کے
 سو وہ بہین کاندھے پہ رکھ یون چلی
 ہراک تار تھا بہین کا رَوَنیسل
 نہ عاشق ہوئے اُسکے عالم پہ لوگ
 مہنی جبکہ جو گن وہ اس رنگ سے

وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی
وہ رورو کے دوا برغم یوں ملے
یہاں تک بندھا اسکے رونے کا تار
کھڑے تھے وہ جو گن کے جو گرد گل
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا
کسی نے کہا بھولی موت مجھے
کہا اُسے خیرا ہو جاتی ہوں میں
تھیں بھی خدا کو میں سونپا سنا
جدا ہو کے القصد رو تون کو چھوڑ
نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
لیے ہیں پھرتی تھی صحرا نور و
کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
بجاتی وہ جو گن جہاں جو گیا
اُسے سُنے آتا تھا صحرا کو جوش
گل نغمہ جو اس سے گرے ہزار

تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
کہ جس طرح ساون سے بھا دون ملے
مے پھوٹ دیوار و در ایک بار
وہ رورو ہوئے شبنم آلودہ گل
کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار
اسی طرح دکھلا، ہمیں مُنہ پھرا
خدا کے تئیں میں نے سونپا تجھے
جو ملتا ہی تو اُسکو لاتی ہوں میں
مرا بخشیتو تم کہا اور سنا
چلی اپنے گھر بار سے مُنہ کو موڑ
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
تین چاک چاک اور رُخ گرد گرد
کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے
تو سننے کو آتے تھے آہوے چین
تو وان بیٹھتی حلق دھونی لگا
صداسے درختوں کو آتا خروش
تو لیتا اُنچیں دشت دامن پہاڑ

<p> کہیں حلقہ حلقہ کہیں تخت تخت بجاتی تھی جون جون وہ بن بنے بین نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی یہاں تک کہ رہ میں جو تھے نقش پا گلِ نغمہ تر کی تھی یہ بہار سن آواز کی اُسکی شان و شکوہ نہ پانی ہی سن شور اُسکا چلے نہ چشمہ ہی کچھ ابدیدہ رہے ہوا بلبل و گل کا یان تک جھوم تحیر کا تھا وان ہراک کو مقام چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کے تئیں یہ ہر جا پہ تھا اُسکے دم سے طلسم شب و روز سرگشتہ مثل صبا </p>	<p> کھڑے ہو کے گرد اُسکے سنتے درخت خس و خوار سنتے تھے بن بن کے بین ہراک عالم شوق میں تھی کھڑی دودشت غنشل ہو پڑے تھے سبھی وہ بیٹھے تھے کان اپنے اودھ لگا کہ صحرا کے گل اُسکے آگے تھے خار نکلنے لگی دب کے آواز کوہ کنوین کے بھی دل میں اُٹھے ولولے اگر بیان کر چاک دریا نہ کہ گرتی تھیں وان ڈالیاں جھوم جھوم زبان کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام بساتی تھی جنگل میں دنگل کے تئیں بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم اسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا </p>
---	--

داستان فیروز شاہ جنوں کے باوشاہ کے بیٹے کا عاشق ہو نا جو گن پر

<p> کہ صحرے تو اے ساقی گلزار کوئی پھول سی دے شتابی شراب </p>	<p> کہ صحرے اب دل ہوا خار خار کہ شہر مطالب کو پہونچون شتاب </p>
---	--

وہ دار و پلا دل کو جو اس ہو
 مسبب کے اسباب دیکھو ذرا
 سفید و سیاہ اس کے ہے اختیار
 جہان میں ہوا ندوہ و عشرت بہم
 دورنگی زمانے کی مشہور ہے
 قصار اسٹھانا ساک دشت تھا
 وہ تھی اتفاقاً شب چاروہ
 بچھی ہر طرف چادر نور تھی
 بچھا مرگ چھالے کو اور لیکے تین
 کدراہ بجائے لگی شوق میں
 کدراہ بچنے لگا اُس کے ہاتھ
 بندھا اُس جگہ اس طرح کا سماں
 وہ سُنسان جنگل وہ نورِ قمر
 وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت
 درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
 درختوں کے سائے سے مر کا ظہور
 دیا یہ کہ جو گن کا منہ دیکھ کر

کہ جینے کی بیمار کو اس ہو
 کہ قدرت میں ہو اُسکی کیا کیا بھرا
 بنایا ہے اُس نے یہ لیل و نہار
 کہیں صبح عیش و کہیں شام غم
 کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے
 کہ اک شب ہوا اُسکا وان بستر
 ادا سے وہ بیٹھی وہاں رشک مہ
 یہی چاندنی اُس کو منظور تھی
 دوزانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
 لگی دست و پا مارنے ذوق میں
 کہ مہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ
 صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
 وہ براق سا ہر طرف دشت و در
 اُگا نور سے چاند تارون کا کھیت
 خس و خوار سارے جھمکتے ہوئے
 گرے جیسے چلنی سے چھین چھین کے نور
 ہوا نورِ سایہ کا ٹکڑے جگر

گئے سایہ و نور آپس میں مل
 دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
 بسیرا گئے جانور اپنا بھول
 لگی بولنے وجد میں واہ وا
 کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
 تیس اوپر مزہ تم سنو اور یہ
 جنون کے وہ تھا پادشہ کا پسر
 برس بیس والیس کا سن و سال
 کسی طرف جاتا تھا فیروز تخت
 اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ
 وہاں تخت لا اپنا اُسے رکھا
 کہ چشمِ فلک نے نہ دیکھا یہ نور
 تعشق کے عالم میں بس مرگیا
 لگا کہنے جو گی جی آدیس ہے
 لیا واسطے کسکے تمنے یہ جوگ
 دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے
 کہ دل بھی تو رکھتا ہے دل کی خبر

کیا ہاتھ سے تین سُن کر جو دل
 وہ صورت خوش آئی جو اُس نور کی
 ہوا بندھ گئی اُس گھڑی اس اصول
 دختون سے لگ لگ کے باد صبا
 کد ارے کا عالم یہ تھا اُس گھڑی
 یہاں تو یہ عالم تھا اور طور یہ
 کہ تھا اک پریزا دفرخ سیر
 نہایت طرح دار صاحب جمال
 ہوا پر اڑائے ہوئے اپنا تخت
 وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
 یکایک سنی ہین کی جو صدا
 جو دیکھی تو جو گن ہوا ک رشک حور
 نظر کر کے حُسن اُسکا غش کر گیا
 یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھیس ہے
 چڑا تمیہ ایسا کہو کیا جوگ
 کدھر سے تم آئے کدھر جاؤ گے
 وہ سمجھی کہ دل اُسکا آیا ایدھر

خس و خار ہو عشقِ حُسن آگ ہو
وے راگ ہی اور اُن میں ہوا
کہا ہنسکے جو گن نے ہر بول ہر
کہا تب پر نیرادے واہ جی
نہ روکھی ہو اتنی بھلا جاؤ لگا
کہا ہوتے سو توں سے اپنے کو
یہ دُود و لطیفے جو باہم ہوے
گیا بیٹھ آسا منے ریت میں
نظرِ حُسن پر گاہ گہ بین پر
رہا تن بدن کا نہ کچھ اُسکو ہوش
وہ جو گن جو تھی درد و غم کی اسیر
نہ سدھ گھر کی لی اور نہ لی راہ کی
بجاتی رہی بین وہ صبح تک
اُدھر تان پر بین کی تھی بہار
دھری اپنے کا ندھو پہ جب اُسے بین
پر نیرادے تب پکڑ اُسکا ہاتھ
میں سے اُڑا آسمان کے تئیں

سدا عشق اور حُسن میں لاگ ہو
کہ دونوں طرف آگ دی ہو لگا
جہان سے تو آیا چلا جا اُدھر
بہت گرم ہیں آپ اللہ جی
ذرا بین سُنکر چلا جاؤ لگا
فقیر وں کو چھیر و نہ نیٹھے رہو
اسی لطف میں یہ تو بیدم ہوے
رہا کھیت یہ تو اُسی کھیت میں
سراپا دل اُس لبعتِ حُسن پر
بنا گل وہ جون نقش پا چشم و گوش
ہوا غم میں جو گن کے یہ بھی فقیر
جب آئی ذرا سدھ تو پھر آہ کی
یہ رویا کیا سا نے بید صُحر
بندھا تھا اُدھر اسکے رونے کا تار
اُٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین
شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ
وہ کتنا کہا کی نہیں رے نہیں

<p>نہ مانا اور اُسے اڑایا اُسے یہ مزدہ گیا باپ پاس اپنے لے یہ جوگی جو ہو ایک صاحب جمال بہت آپ اُس سے اٹھائینگے حظ کہا اُس نے بابا بہت خوب ہے کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے بہت اُسکی تعظیم و تکریم کی</p>	<p>پرستان میں لاٹھایا اُسے کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے ذرا بہن سنیے اور اُسکے خیال بہت ہیں سے اُسکی پائینگے حظ ہمیشہ سے راگ اپنے مرغوب ہے کرور روشن اپنے قدم سے یہ گھر سراو پر ہمارے قدم آپ کے جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی</p>
--	---

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلانے میں

<p>کہا مہمانیوں میں ہوا دن تمام کہ اتنے میں رات آئی جوگن ہوئی رکھ اندوسے کوہ کے شب آئی نکل اڑاتی ہوئی رال کو نور سے وہ پہونچی پرستان میں حال حال چھپا رشک سے اُسکے پرے میں روز بلایا اُسے جسکی تھی پیش کہ دیکھیں تو جوگن کا چل کرمان</p>	<p>بلا مجھ کو ساقی محبت کا جام یہ جوگن جو بیٹھی بروگن ہوئی بھوت اپنے منہ پر شبانی سے مل دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال ہوئی شب جو وہ بزم انجم فروز ملک نے پرستان میں مجلس بسنا پریزا دساے ہوئے جمع دان</p>
---	---

وہ جو گن جو سچ محقق زہرہ جبین
 بہت مندوں سے بلایا اسے
 کہا ہم ہیں مشتاق کچھ گائیے
 کہا کچھ بجانا نہیں اپنا کام
 ہے بزار فرمائشوں سے فقیر
 کہا جو گی صاحب یہ کیا بات ہے
 جو مرضی ہو تو تمکو تکلیف دین
 کہا اس طرح سے جو فرماؤ گے
 یہ کہ اُسے اور بہن کا ندھے پہ دھرق
 کھڑے رہ گئے ہوش کھوئے ہوئے
 گیا اہل مجلس کا جو دل پھسل
 ہوئیں بہن پر انگلیاں یوں دوان
 روان و دوان کر دیا جان کو
 ہوا حال پر اُسکا یہ کچھ تباہ
 کبھی سامنے آ کے کرتا نظر
 استوں کی کبھی اوٹ میں ہو کے وہ
 کبھی ایدھر اودھر سے پھر پھر کے آ

سو مجلس میں آئی لیے اپنی بہن
 بڑی عزتوں سے بٹھایا اسے
 سمان بہن کا ہمسکو دکھلائیے
 ہر اک طرح لینا ہمیں ہر کا نام
 دے کیا کریں اب ہوئے ہیں اسیر
 کرم آپ کا ہمہہ و نرات ہے
 نہیں جس میں راضی ہو تم سو کریں
 تو بان بندگی ہی میں کچھ پاؤ گے
 یہاں تک بجائی کہ دیوار و در
 نظر جو پڑے وان سو روئے ہوئے
 تو جون شمع اشک آئے سبکے نکل
 کہ ہاتھوں سے اُسکے ہوا دل وان
 گر لایا ہر اک جن و انسان کو
 وہ عاشق جو تھا اُسپہ فیروز شاہ
 کبھی دیکھتا چھپ کے ایدھر اودھر
 کھڑا دیکھتا اُسکو رو رو کے وہ
 چھپے اُسکے کھڑے کی لیتا بلا

وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے
 نظر اُسکی جب آن پڑتی ادھر
 اس آن واد پر وہ فیروز شاہ
 اگر کوئی جو گن کی کرتا تھا
 غرض تھی یہ صحبت کہ میں کیا کہوں
 بھی پہلی صحبت میں وان ایسی تھیں
 سر ابا پر نیا د کے باپ نے
 اسی طرح ہر شب کرم کیجیے
 مستدم ہمارا دیکھنا کرو
 یہ گھر بار ہے آپ کا تمام
 تکلف کو موقوف کر دیجیے
 کہا اُسے مطلب نہیں کچھ ہمیں
 کہاں ہم کہاں تم ہوا یہ جو ساتھ
 یہ کہہ ان سے اٹھی وہ جو گن ادھر
 لگی رہنے اُس میں شب و روز وہ
 کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہے جی
 بیسٹم کہتا کرو گار جہان

کنکھیوں سے ہر دیکھ رہتی اُسے
 تو یہ اور کی طرف کرتی نظر
 دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ
 تو کھا رشک کہتا کہ پھر تم کو کیا
 یہی دل تھا اُسکا کہ دیکھا کروں
 کہ غش کر گئے تھے جو تھے نکتہ چین
 کہا کی دیا جو گی جی آپ نے
 سری بزم رشک ارم کیجیے
 ہمیں اپنا مشتاق جانا کرو
 ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام
 جو کچھ تم کو درکار ہو لیجیے
 تمہارا مبارک رہے گھر ہمیں
 یہ تھی بات سب اب و دانہ کے ہاتھ
 دیا تھا جہان اُسے رہنے کو بھر
 سمجھ جی میں کچھ دل افروز وہ
 نہ گھبراؤ اپنے دل میں کبھی
 درین آتش کارا چہ دار و نسان

غرض اس طرح اُسکا معمول تھا
 پہررات تک ہنستی اور بولتی
 بجائیں سب کو رُجھاتی تھی وہ
 ولے کیا کہوں حال فیروز شاہ
 نہ دنیا کی اُسکو نہ دین کی خبر
 اُسی شمع کے گرد بچھنا اُسے
 بہانے سے ہر کام کے روز و شب
 اسی طرح اوقات کھونا اُسے
 وہ جو کُن بھی سو سو طرح کر ادا
 دے کچھ بھی پانی جو حُسن طلب
 کبھی خوش کیا اور کیا گہ اُداس
 کیا اُسنے پردے میں جب کچھ سوال
 کبھی تکیھی نظروں سے گھائل کیا
 کبھی ٹیڑھی نظروں سے مارا اُسے
 کبھی ہنس کے دیکھا ذرا خوش کیا
 کبھی مُنہ دکھایا چھپایا کبھی
 لٹون میں کبھی دل کو لٹکا دیا

کہ اُس شاہ پر یون کی خدمت میں جا
 ہر اک بات میں قند تھی گھولتی
 پہر کے بچے گھر میں آتی تھی وہ
 کہ تھی دن بدن اُسکی حالت تباہ
 اُسی کے تصور میں شام و سحر
 پتنگے کے مانند گرنا اُسے
 وہیں کاٹنی آ کے اوقات سب
 سدائیں سُن سُن کے رونا اُسے
 ہر اک تان میں اُسکو لیتی کُجھا
 تو عاشق پہ غصہ وہ کرتی غضب
 کبھی دوڑ بیٹھی کبھی اُسکے پاس
 روانہ کیا اُسکو باتوں میں ڈال
 کبھی میٹھی باتوں سے مانل کیا
 کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے
 کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا
 کبھی مار ڈالا جبر یا کبھی
 کبھی ساتھ بالوں کے جھٹکا دیا

وہ ہر چند آنکھیں دکھاتی رہی
 بچارا پر یزاد وہ سادہ دل
 اسی طرح مدت گئی جب اُسے
 نہ مُنہ پر وہ عالم رہا اور نہ نور
 جگر خون ہوا آنکھوں سے آیا ابل
 یہ دی پردہ دل سے جی لئے صدا
 جو کہتا ہوا اُس سے تو کہہ حال دل
 سنبھلتا ہوا اب بھی تو ظالم سنبھل
 ملا کر تو اب دست افسوس کو
 پس جی کا پیغام مجبور ہو
 بلا سے اگر آن رہتی نہیں
 غرض ایک دن بات یہ ٹھان کر
 نہ تھا اُس گھڑی کوئی ایدھر اُدھر
 اکیلے اُسے دیکھ ہو بیقرار
 گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ
 کہ ہو آج کیا یہ خلا مفید قیاس
 کسی سے مراد دل سے تیا نہیں

پہ نظروں میں دل کو بکھاتی رہی
 ادائیں یہ انسان کی متصل
 چڑھی گری عشق کی تپ اُسے
 کئی دن میں دل ہو گیا چور چور
 گیا دل سب اندر ہی اندر بکھل
 کہ ہے صبر کی اپنے بس انتہا
 کہ اب تنگ ہو اپنا احوال دل
 نہیں کوئی دم میں چلا میں نکل
 پڑا رہ لیے ننگ و ناموس کو
 کہا اپنے نزدیک کو دور ہو
 کہ اب بن کے جان رہتی نہیں
 لگا گھات پر اپنی وہ آن کر
 اکیلی پڑی جو گن اُس کو نظر
 گرا پانوں پر اُس کے بے اختیار
 تو گئے لگی مسکرا اُس کو وہ
 گرا اتنا تو ہو کے کیوں بیجا اس
 دیا جی کو قیرے بکھا یا کہیں

مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
 فقیروں سے اتنا نہ ہو تو خفا
 اذیت مگر ہم سے پاتا ہے تو
 لگا کئے روروں کے فیروز شاہ
 تیار ہی سمجھنے تو مارا ہمیں
 رستا لے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
 ہوئیں تم نہ واقف مرے حال سے
 ہم اپنا سا تمکو سمجھتے رہے
 تم ایسی ہی بیرحم و بیدرد ہو
 کہا اُس نے کہ شباب اپنا حال
 کہا تب بریزا دسے میری جان
 بھلا ہجرین کب تلوک ہوں ہول
 لگی ہنکے کئے کہ اک طور سے
 مطالب اگر میرے بر لائے تو
 کہا اُس نے پھر جلد فرمائیے
 کہا اُس نے یہ ہو میری داستان
 ایک ایک وال کا ہو مسعود شاہ

کہ مہانیوں کی مصیبت ہوئی
 چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا
 کہ اب بانوں پڑ پڑ اٹھاتا ہے تو
 کہ بس بس یہی تو کہو گی نہ واہ
 یہ باتیں نہیں اب گوارا ہمیں
 جلے دل کو ناحق جلاتی ہو کیا
 فدائیں رہا جان اور مال سے
 بھلا تم کو اب یان کوئی کیا کے
 غرض اپنے عالم میں تم فرد ہو
 کہ تو کیوں گرا سر کو پاؤں پہ ڈال
 کہا تک کروں رائد دل کو نہان
 غلامی میں اپنی مجھے کر قبول
 جو میری کہانی سنے غور سے
 تو شاید مراد اپنی بھی پاس لے تو
 جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے
 کہ شہر سر اندیپ ہی اک مکان
 کہ بیٹی ہے اک اُسکی مانند ماہ

جہان میں ہے بدرِ منیر اُسکا نام
 بنایا ہے اُسے الگ ایک باغ
 جدا باپ سے تھی وہ اُس جاقیم
 میں خیم النساء اُسکی دختِ وزیر
 جدا ایک دم اُس سے ہوتی نہ تھی
 خوشی سے سروکار غم سے فراغ
 کسی طرح کا غم نہ تھا دھیان میں
 ہوئی ایک دن یہ عجب واردات
 کمانتک کہوں اُسکا قصہ ہو دور
 گیا اُسپہ اُس شاہزادی کا دل
 ولے عاشق اُسپر کوئی تھی پری
 کہیں وان کے آنے کی سنکر خبر
 ویا قید میں اُسکو ڈالا کہیں
 سو میں کھوج میں اُسکے جو گن ہوئی
 پر یزاد آپس میں تم ایک ہو
 تو شاید مدد سے تمھاری ملے
 دل آباد ہو جی کو آرام ہو

میں رہتی تھی خدمت میں اُسکی مدام
 کہ فردوس کا ہے وہ چشم و چراغ
 سدا سیر کرتی تھی بے خوف و بیم
 ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر
 سلائے بغیر اُسکے سوتی نہ تھی
 بزرگ چہن رہتی تھی باغ باغ
 ترقی خوشی کی تھی ہر آن میں
 کہ اک شخص وارد ہوا ایک لحاظ
 نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور
 گئے ایک دونوں وہ آپس میں مل
 محبت میں تھی اُسکی رہتی تھی پری
 خدا جاسے پھینکا ہے اُسکو کہہ
 کہ مدت سے اُسکی خبر کچھ نہیں
 یہاں تک تو پہونچی بروگن ہوئی
 اگر تم ذرا کھوج اُسکا کرو
 تو پھر آرزو بھی ہماری ملے
 تمھارا بھی اس کام میں کام ہو

کہا تب پر یزاد نے ہاتھ لا
کہا پھر یہی کچھ نہیں مہ جبیں
یہ سن قوم کو اپنی اُسے بُلا
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کروست کمی
جو تم میں سے لاویگا اُسکی خبر
یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام
ہوا ایک کاناکسان وان گذر
وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے
کہا کچھ تو ملتا ہے یان سے سراخ
وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا
کہا ماہرخ کا ہے قیدی یہاں
وہ تحقیق کر اور لے وانکا بھید
کیا جا کے فیروز شاہ کو سلام
کہا میرا مہر ہے اب لائیے
یہ معمول تھا وان کے انعام کا

انگوٹھا دکھایا کہ اترانہ جا
لگی ہنسلے کہنے نہیں رے نہیں
تقید سے سب کو سنا کر کہا
کہ ہواک پرستان میں قید آدمی
جو اہر کے دو رنگا لگا اُسکو پر
تختس میں پھرنے لگے صبح و شام
جہاں قید میں تھا وہ خستہ جگر
تو کچھ اُسکو آئی صدا چاہ سے
کہ آتی ہے یان بوسے گلزار باغ
لگا پوچھنے کسی ہے یہ صدا
کتوین میں ٹڑپتا ہواک نوجوان
اُڑا شہر کو اپنے دیو سفید
سُن آیا تھا جو کچھ سنا یا تمام
جو دینے کہا ہے سود لو ایسے
جو اہر کے اُسکو دیے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہرخ کو

کہ کیون زلیست کرتی ہی اپنی حرام

یہ بھیجا پھر اُس ماہرخ کو پیغام

بنی آدمون کو تو چوری سے لا
 ترے باپ کو گر لکھون تیرا حال
 عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو
 ترارنگ غیرت سے اڑتا نہیں
 ہمارا گئی بھول خوف و خطر
 بھلا چاہتی ہے تو اُسکو نکال
 اور اسکی قسم کھا کہ پھر گر کہیں
 گیا تاکہ ہر خ کو یہ فرمان جب
 کہا مجھ سے تفصیر اب تو ہوئی
 اگر اب میں لاگو ہوں اُسکی کبھی
 پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو
 مرے باپ کو یہ نہ ہو وے خبر
 یہ منکر جو اب اُسکا قیروز شاہ
 سرچاہہ پر جب وہ پہنچا شفیق
 کہ یہ سنگ اُٹھنے یہاں سے ہے
 وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
 وہ بادل سا سر کا جو اس چاہ سے

بٹھاتی ہے گھر میں عشق جتا
 تو کیا حال تیرا ہو پھر اُچھینا ل
 ابھی ہے کہ بھوکون پرستان کو
 تجھے کیا بہیزاد جڑتا نہیں
 لگی رکھنے انسان پر تو نظر
 کنوین میں جسے تو نے رکھا ہو ڈال
 لیا دام اُسکا تو پھر تو نہیں
 ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
 کہو اُسکو لیجائے یان سے کوئی
 تو پھر بھونک دیجو مجھے تم بھی
 کہ اسکا پرستان میں چر جاوے ہو
 کہ پھر میں نہ ایدھر کی ہوں فی اُدھر
 چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ چاہ
 کہا اُنکو تھے وہ جو اُسکے رفیق
 کسی طرح چھاتی سے پتھر ملے
 دیا پھینک وان سے کسے مثل کاہ
 تو اک نور چمکا شب ماہ سے

<p>نظریوں پڑا جیسے کالے کامن کہا اُس پر مزاد نے سب کو ہان کہ لیتے ہیں بومشک سے جس نمط سمجھیو اسے اپنی پتلی کا نور</p>	<p>اندھیرے سے اُس چاہ کے اُسکاتن وہن ڈالے اُس میں پڑا تھا جو وان نکا لو امانت اسے اس نمط تھیں احتیاط اسکی اب ہو ضرور</p>
<p>داستان کنوین سے نکلنے میں بنیظیر کے</p>	
<p>کنوین سے نکلتا ہی یوسف عزیز مے لالہ گون سے دکھا لالہ زار سمان کوئی ایسا دکھائے مجھے منازل کو اپنے پھرے بر محل کنوین میں اتر کر بحسب مراد کہ فوارہ جون آب کو دے اچھال نکال آب حیوان کو ظلمات سے کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل کہ حرفوں سے جون ہو وین معنی بیان کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح کہے تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم گڑا جیسے نکلے ہے پیتلا کہین</p>	<p>قدح بھر کے لاسا قی با تمیز گئے دن خزان کے اور آئی بہار گلابی جھمکتی پلا دے مجھے کہ وہ ماہ منتخب کنوین سے نکل کوئی دیو تھا وان سکندر زراد الگ یون لے آیا کنوین سے نکال لے آیا وہ جون خضر سو گھات سے ہوے مست اُس ناز بوسے وہ گل اندھیرے سے نکلا وہ روغن بیان وہ جیتا تو نکلا وے اس طرح زیر اوپر آنے کا تھا اُسکو غم جہی خاک تن پر برنگ زمین</p>

کہ جون خشک ہو زگرِ بوستان
وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
ہوے لاغری سے بدن کی وبال
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان
کہ اُلجھی ہو جیون ریمانِ کبود
خزان دیدہ ہو جس طرح برگِ گل
سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدرِ کمال
تو روتا ہوا جلدِ قیر و زشاہ
لے آیا وہ بیٹھی تھی جو گن جہان
کہا بھر یہ جا کر کہ تجم النساء
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہان
نہ سر کی رہی سُدھ نہ کچھ پائو نکی
ذرا اُسکی صورت دکھا تو مجھے
کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہ ہو
لے آیا وہ جو گن کو وان ساتھ ساتھ
دکھایا اُسے اور کہا کہ تو عور
کہا ہاں رے ہاں یہ وہی وہی

نہ آنکھوں میں طاقت نہ تیز میں تون
رہ تن سُرخ جو تھا سو پیلا ہوا
وہ سر میں جو تھے اُسکے سنبیل سے بال
فقط پوست باقی تھا اور استخوان
بدن سے رگون کی تھیں اُسٹھ بنود
بدن خشک و زرد اسطرح تھا وہ گل
وہ ناخن جو تھے اُسکے مثل ہلال
یہ دیکھا جو احوال اُسکا تباہ
بٹھا تخت پر اپنے اُسکو وہاں
رکھا تخت اک جا یہ اُسکا چہچہا
چل اب تو کہ میں اُسکو لایا یہاں
روانی تھی از بس وہ اُس ناؤنکی
کہا چل کہان ہے بتا تو مجھے
کہا رہ کے چلیو ذرا تھم رہو
یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اُسکا ہاتھ
گیا آپ اُس تخت پر بیٹھ اور
جیسے ڈھونڈھتی تھی سو یہ وہی وہی

یہ کہہ اور اس تخت کے پاس آ
 کہ اس تخت کے گرد اکدم پھرون
 کہا اُس نے ہنس کر بھلا دیکھ تو
 کہا اُس نے تب اپنی جوتی دکھا
 غرض وہ بریزا دینچے اُتر
 یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگی
 گلے لگ کے رونے لگی راز راز
 وہ دیکھے جو تک آنکھ اٹھا بینظیر
 کہا تو کہاں اور کس کا یہ جوگ
 کہا تیرے غم نے دوا نہ کیا
 بغل کھول کر پھر تو آپس میں مل
 بیان حال دونوں جو کرنے لگے
 کئی سرگذشت اُس نے اُس دم تک
 یہ سن بینظیر اپنے دلسوز سے
 کیا ایک دن تو آنکھوں نے مقام
 اسی تخت پر بیٹھ کر وہ اودھر
 وہ جو گن وہ قیروز شاہ اور وہ

کہا اُسے پریزا تو اُٹھ ذرا
 بلائیں میں دل کھول کر اسکی لون
 تو اس بات پر میرے صدقے نہو
 ارے دیو تو کیوں دوا نہ ہوا
 کھڑا ہو گیا تخت سے ہوا دھر
 بلا اسکی لے لے کے گرنے لگی
 کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
 تو بخم النساء ہے یہ دخت وزیر
 کہاں یہ لباس اور کہاں تم یہ لوٹ
 کہ عالم سے اپنے یگانہ کیا
 وہ رزم یا کیے دیر تک متصل
 دُرا شک سے چشم بھرنے لگے
 کہ اسطرح ہو پئے ہو تم ہم تک
 لگا شاد ہونے اُسی روز سے
 چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام
 کہ تھا نقش مطلوب اُٹکا جدھر
 چلے تخت پر بیٹھا ادبر کی راہ

پڑھے حرف مطلب زبس سوچکر
 مربع نشین تھی جو بدترنسہ
 اتارا وہین لاد رختون ہین تخت
 اکیل اتروان سے آئی ادھر
 یکایک جو آوہ قدم پرگری
 پھر آخر جو دیکھا تو جو گن ہی یہ
 کہا میری نجم النساء تو ہے جان
 ہمیں تیرے ملنے کی کب اس تھی
 بہت اُسے چاہا کہ ہو وہی کھڑی
 کہا بار غم سے افاقت نہیں
 بلائیں لگی لینے نجم النساء
 اُسے شاہزادہ کا تھا حال یاد
 نہ گھر کی وہ رونق نہ اُس کا وہ حال
 پڑے سارے بیداشت دیوار و در
 خواصین جو تھیں پاس وہ نازنین
 نہ جوئی گندھی اور نہ کنگھی درست
 ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ

تو بے کسرت بیٹھے مثلث کے گھر
 وہاں اُس کو لائی وہ دخت وزیر
 دوبارہ کھلے اُن درختوں کے سخت
 لیے سوگ بیٹھی تھی وہ نہ جدھر
 تو جھپکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری
 مرے درد و غم کی بروگن ہی یہ
 ادی تیرے صدقے مری مہربان
 کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی
 کھڑی ہوتے ہوتے وہین گر پڑی
 اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں
 لگی گرد پھر نے برنگ صبا
 جو دیکھا تو یان اُس سے کچھ ہی زیاد
 گلون سے لگا دل تلک پامال
 محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
 سو سیلی کچلی کہین کی کسین
 جو چالاک تھی بنگلی وہ بھی سست
 اڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ

نہ آپس کی چپلیں نہ وہ چہچہے
 غم آلودہ ہر ایک زار و زرار
 جو بیٹھیں تو روناجو اٹھیں تو غم
 چمن سارے ویران سے مین پڑے
 جو خود ہے تو حیران و بیمار سی
 نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حواس
 یہ دیکھ اُسکا احوال تجم النسا
 ولیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم
 سنی ایک سے ایک نے یہ خبر
 کوئی غنچہ کی طرح کھلنے لگی
 ملے کوئی صدقے کے لانے لگی
 کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
 حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
 ہوا سر پہ اُسکے زبراز و حام
 کہانی بیوکل کہو لگی میں حال
 وہ انہوہ جب کچھ ہوا بر طرف
 کہا شاہزادی تو آتی نہیں

نہ گانا بجانا نہ وہ تھمتے
 نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
 غرض بیٹھتے اُٹھتے اُنہر ستم
 شجر گل کے اک جھاڑ سے مین کھڑے
 کہ جون زرد و شیشے کی ہو آرسی
 ضعیف و نحیف و پریشان اُداس
 جلی شمع کی طرح آئسو بہا
 کیا مثل پروانہ اُسپر ہجوم
 مبارک سلامت ہوئی یکدم
 کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
 کوئی سر سے روٹی چھوا سنے لگی
 اُدھر سے کوئی اور اُدھر سے کوئی
 لگی کرنے آپس میں چہچہا کوئی
 لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
 کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال
 تو پھر دیکھ تجم النسا ہر طرف
 اُدھر اپنی تشریف لاتی نہیں

چلو چلے آرام ٹاک کیجیے
 گئی جبکہ خلوت میں بدرنہ
 یہ سن ایک دم تو وہ غش کر گئی
 تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہو یہ
 کہا مجھ کو سو گند اس جان کی
 نشاط و خوشی کی خبر یک بیک
 کہا کہ ورنہ لائی کہا اس طرح
 ترا قیدی جا کر چھڑا لائی ہوں
 کہا پھر وہ دونوں کہاں ہیں کہا
 عجب وقت میں ہیں ہوئی تھی جدا
 مگر ایک یہ آہڑی بے بسی
 سوا ب ایک کو تیرے آتی ہو نہیں
 یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا
 اری ایک ہی تو بڑی قمر ہے
 چل ب چو چلے بس زیادہ نہ کر
 کہا پھر پر نراد کے روبرو
 کہا وہ تو ایسا دوانا نہیں

کچھ اک تم سے کہنا ہی سن لیجیے
 کہا میں لے آئی ترا بتیظیر
 کہ تو کہ حیرت میں آ مر گئی
 ویا چھڑنے کو مے کچھ ہے یہ
 غلط کہنے والی میں قربان کی
 نہیں منہ یہ کہہ بیٹھتے بیدار
 وہ سب کہدیا حال تھا جس طرح
 اور اک اور بندھوا اڑا لائی ہوں
 درختوں میں اُنکو رکھا ہے چھپا
 کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
 کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
 ہوا دوسرے کو بتاتی ہو نہیں
 کہا کیوں اڑا تی ہے سخم النساء
 کہیں تو ہو آمرت کہیں زہر ہی
 اُنھیں جا کے جلدی لے آ تو ادھر
 بغیر از کسی کے رہی ہو گی تو
 وہ اس بات کو کیا کہیگا نہیں

<p>نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہی کہ وہ رو برواُس کے ہو یا نہ ہو لیا جا کے آہستہ اُن کو پکار وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکان کے تو چلی آوے بدرِ مُنیر چھپے ہو کین بھائی سے بھی ہن کہ اُس کے سبب سے مری جان ہی مجھے اس سے پردہ ہو کس باغ کا</p>	<p>اگر دل میں کچھ تیرے وسواس ہی ذرا پوچھ لیجو تو اس بات کو یہ سن کر شتابی گئی وہ نگار چھپائے ہوئے لاٹھایا وہاں پھر اُس سے یہ پوچھا کہ ای بنظیر کہا خیر ہے تجھ کو رشکِ حین مرا جان و مال اسے قربان ہے مرا یہ تو بھد م ہے و نرات کا</p>
<p>کہ ملتے ہیں ماہِ ہم سہ و آفتاب چلی آئی وان ناز سے نازنین پھر آئے گئے اُس کے ہوش و حواس کیے چشم نے لعل و گوہر نثار اُسے اسکا غم اور اسے اُس کا غم تن زرد و زرد اور رخِ لال لال ملے جیسے بیمار بیمار سے کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی</p>	<p>مرے مُنہ سے ساقی ملائے شراب یہ سن سن کے باتین وہ پردہ نشین حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس نظر سے نظر جو ملی ایک بار اُدھر اشکِ غنّین اُدھر چشمِ غم نہ وہ رنگ اُس کا نہ وہ اسکا حال ہم دو خزان دیدہ گلزار سے عجب صحبت آپس میں اُس دم ہوئی</p>

وہ بنم النساء اور وہ فیروز شاہ
 سرشکِ محبت بہانے لگے
 اور اک طرف کو شاہزادہ بندھال
 وہ مجروح دل تھی جو بد رُمنیر
 چھپاؤ منہ کو اس طرف سے نازنین
 پڑمین غم کی باتیں جو آدرمیان
 غرض دیر تک مل کے روتی رہی
 رُخِ زرد پر اشکِ گلگون بہا
 کلیجوں پہ جو داغ تھے بیشمار
 پھر آخر کو بنم النساء وہ مشریر
 کیا چاہتی ہے تو اب قبر کیا
 مگر قبری خاطر یہ رویا ہے کم
 ذرا تین آئے دے اسکے توان
 یہ مردہ سالائی ہو نہیں اسلیے
 وہاں میں نے اسکی نہیں کی دوا
 لے آئی ہو اسکو محبت کی دھن
 اسے وصل کی اپنے دار و پلا

حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ
 اس احوال پر حیف کھانے لگے
 لگا روئے آنکھوں پہ دھڑکڑ مال
 لگی جھینپنے اپنی آہوں کے تیر
 لگی کرتے تردد امن و استین
 یہ روئی کہ لگ لگائیں ہچکیان
 جدائی کے داغوں کو دھوتی رہی
 بہار و خزان کو کیا ایک جا
 سو آنکھوں سے اُنکی دکھائی بہار
 لگی کہنے سُنتی ہے بد رُمنیر
 زیادہ نہ بس اپنی اُلفت جتا
 کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم
 ابھی اسکو روئے کی طاقت کہاں
 کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیسے
 کہ ہے خانہ یار دار الشفا
 جیسا ہے فقط تیری ملنے کی سُن
 کسی طرح اس نیمجان کو جیسا

بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
 نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے
 پیس منس پڑے سب وہ آپس میں مل
 بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
 شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
 عجب چل سے سب نے آپس میں مل
 پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے
 اٹھائے تھے جو جو کہ ریخ و ملال
 الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہرو
 وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال
 کہا شاہزادے نے احوال سب
 کہ یونین اندھیرے میں رویا کیا
 نہ پہونچا کوئی میرا فریاد رس
 وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
 محبت نے یہ چاشنی اور دی
 زمین سے نکلنے کی کب اس تھی
 عجب طرح سے زیست کرتا رہا

خدا پھر نہ تملو رلاوے کبھو
 زمین دو جنے منہ تھو تھائے ہوئے
 پٹرین جسطرح پھول گلشن میں کھل
 آپہنچے گئے دل سے عیش و نشاط
 تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا
 کیا نوش حسب تمنا سے دل
 الگ خوابگا ہوں میں جاسو گئے
 ہوئے اس منے میں وہ خواب و خیال
 ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
 لگی روئے آنکھوں دھر کر رمال
 کنوین میں جو گذرا تھا ریخ و تعب
 کنوین میں تن اپنا ڈبویا کیا
 تڑپتا رہا دل برنگ جرس
 سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
 کہ میرے تئیں جیتے گی گوری
 فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی
 تری جان سے دور مرنارہا

خدا ہی نے تجھے ملایا مجھے
 دیا شاہزادی نے رو کر جواب
 ترے داغ کی دل میں جو ہو گئی
 تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہو ایک
 صدا وان سے آتی ہے بدرِ منیر
 میں ہر چند جاہا کروں تجھ سے بات
 مری جان کو اُس طرف ڈھل گئی
 عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق
 اُسی دن سے یہ حال ہو نچا مرا
 نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر
 گذرتا تھا وان تجھ پہ جو صبح و شام
 یہ کہتی میں کس سے یہ دردِ نہان
 عجب طرح سے زبیت کرتی تھی میں
 اسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار
 مری شکل پر رو کے نجمِ انسا
 پھر آگے تو معلوم ہو ٹکوسب
 یہ آپس میں کہ حال دل رو اٹھی

اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
 کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب
 میں اک رات روتی ہوئی سو گئی
 اور اُس دشتِ برین کنواں سا ہو ایک
 ادھر آ کہ بان قید ہے بینظیر
 ولے کی گئی وان نہ کچھ مجھ سے بات
 اُسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
 کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
 کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
 ولے تھا ترے غم سے دل کو اثر
 وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام
 شب و روز جلتی تھی میں شمعِ سان
 کہ اُس زبیت کرنے پہ مرتی تھی میں
 کہ کیونکر ملاویگا پروردگار
 گئی اس طرح حال اپنا بنا
 کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب
 وہ کہنے کو سوئی تھی بس سو اٹھی

جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایک جا
 پریر زاد بنم النساء و ان جسدی
 گئی رات حرف و حکایات میں
 شب وصل کی جو سحر ہو گئی
 چھپا ماہ لے اپنے منہ پر نقاب
 صبحی کو اٹھتا ہے جیسے مدام
 لیے روز کو ساتھ آنے لگا
 ہوا چشم واجب وہ مرگان دراز
 گیا عقدہ اصبح اُسد م جو کھل
 اٹھے جبکہ آپس میں گلفام وہ
 دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار
 وہ جو گن ہوئی تھی جو بنم النساء
 نہادھو کے نکلی عجب آن سے
 نہانے سے نکلا عجب اسکا روپ
 ولے آگ اُس نے لگائی یہ اور
 جلانے کو عاشق کے دکھلا پھین
 تابی کی سنجاف اُس پر لگا

اُنھیں نیند باتون میں آتی ہے کیا
 الگ اپنی باتون میں سرگرم تھی
 سحر ہو گئی بات کی بات میں
 تو سو توں کو گو یا خبیر ہو گئی
 اٹھا بستر خواب سے آفتاب
 شراب شفق سے بھرے اپنا جام
 وہ سو توں کو شب کے جگانے لگا
 سپید و سیہ میں ہوا امتیاز
 نکل آئے ایدھر اُدھر سے وہ گل
 گئے باری باری سے حمام وہ
 چمن میں نئے سر سے آئی بہار
 جمی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا
 کہ الماس نکلے ہی جون کان سے
 نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ
 کہ پوشاک کی سرخ لالے کے طور
 لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
 طلا کی طرح سے دیا دگر لگا

اُسی رنگ کے ساتھ کاسب لباس
 بھبھو کا ساتن اور وہ منہ کی دہک
 نکیلی وہ اٹھتی ہوئی چھاتیاں
 گلے کی صفائی وہ کرتی کاچاک
 وہ کنجن سی اُس میں کچن لال لال
 نلاہٹ وہ بھٹنی کی اُس سے نمود
 کہے تو لیے اپنے منہ پر نقاب
 بنت گرد کیونکر نہ اُس کے پھرے
 وہ پا جامہ سبز کخواب اور
 جواہر سجا اپنے موقع سے گل
 وہ کنگھی کھی اور وہ آبرو کھی
 کچوری وہ چوٹی زری کاموبان
 عروسانہ اُس نے کیا جو لباس
 بنی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور
 پرہیزاد تو قتل ہی ہو گیا
 حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا
 وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے

تصور میں ہو سرخ جسکے قیاس
 کہ جون شعلہ آتش سے اُسے بھڑک
 پھرن اپنے جون میں انڈلاتیاں
 تڑا قے کی انگلیا کسی ٹھیک ٹھاک
 بھرن رنگ سے قمقمی کی مثال
 کہ جون سرخ چہرے پہ خال کہود
 شفق میں چھپے جون مہ و آفتاب
 کہ وان گو کھرو لہر کھا کھا گرے
 دوپٹہ بنارس کا سولج کے طور
 ترشح میں ہو جیسے ندیدہ گل
 ہراک آن میں اپنے ہر سو کھی
 کہ جون دود کے بعد شعلہ ہو صاف
 تو آئے لگی خون کی اسمین باس
 چلی آئی فیروز شہ کے حضور
 کہے تو کوئی جان سے کھو گیا
 دے جی سے قربان اُس پر رہا
 ہم راز دل اپنا کہنے لگے

نوشی سے ہوئے بسکہ سر سبز دل
صنیافت بہم مل کے کھانے لگے
چھپی عیش و عشرت وہ کرتے رہے
اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا
یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہر و
غضب ہر جو یون ہی دوبارہ بین
سہی ہے یہ تکلیف آرام کو
نصیب اسطرح سے جو یاری کریں
جب آپس میں یہ مشوئے ہو گئے
وہ بنجہ النساء و وہ بدتمیز
بین گھر میں پھر جا کے ان باپ کے
نکل بیٹھیں اور فرور شاہ
کہ اسباب سب سلطنت کا دست
وہان کا جو تھا شاہ انجم سپاہ

لگے سبز یان پینے آپس میں مل
وہ غم کھانے اُنکے ٹھکانے لگے
پہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے
وہ ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا
کہ اس بات کو کیجیے ایک سو
چھپے کب تلک آشکارا رہیں
یہ ناکام بیان ورنہ کس کام کو
عیان کیوں نہ ہم خواستگاری کریں
ادھر اور ادھر مل کے روز و گئے
کچھ اک کر ہما نہ وہ دونوں شہزاد
کہ دیکھیں گے اب ہم قدم آپ کے
کسی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ
پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھینجا بنیظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدتمیز کی
کیا نامہ یون ایک مسکور رقم
فریدون مثال و سکن رنژاد
کہ ای شاہ شاہان و ای فخر جم
مراد جہان و جہان مراد

جہان شجاعت زمانِ کرم
میں وارد ہوں یاں ایک مہمانِ غریب
نوازش سے اپنی کرم کیجیے
ہمیشہ سے ہی راہ و رسمِ شہان
جہان پر ہی روشن کہ میں ماہ ہوں
ہر اک جھ سے واقف ہی بنا و پیر
بیانِ سب کیا ماضی و حال کا
جتا کر بہت عجز اور انکسار
کہ جو ہووے برعکس شرعِ شریف
اگر مانے خیر تو مانے
کیا یہ جو مسعود شاہ کو پیام
سمجھ اُسکا مضمون مسعود شاہ
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
اور آخر یہی ہے زمانے کی چال
نہ تازی یہ کچھ رسمِ پیوند ہے

دلِ رستم گردِ حاتمِ ہمم
لے آئے ہیں مجھ کو مے یاں نصیب
غلامی میں اپنی مجھے لیجیے
کہ وابستہ یوں ہی ہو کا جہان
ملک زادہ ابنِ ملک شاہ ہوں
کہ ہے نام میرا شہرِ بنیظیر
تجمل لکھا فوج و اموال کا
لکھا یہ بھی اک حرفِ آخر کے بار
وہ ہوا اپنے مذہب میں اپنا حریف
نہیں آپ آیا ہمیں جانیے
سنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام
کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ سپاہ
پھر آگے خدا جانے کیا رنگ ہو
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال
ہمیشہ سے عالمِ بر و مند ہے

جوابِ ناکہ بنیظیر کا ملک مسعود شاہ سے

کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

لکھا نامہ اُسکے یہ اک در جواب

<p>پس از نعت احمد شہر انبیا وہ را ز نہان اپنے ہاتھوں کھلا نہیں اپنے نزدیک ہم دو دہین تھائے فلک کو نہ خاطر میں لائیں نہیں نیک و بد پر تھیں اپنے غور سدا ناؤ کا غد کی بہتی نہیں وگر نہ گھنڈ آپ کا کیا ہے یہ سوا سوا سٹے کرتے ہیں ہم قبول کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید دیا حکم ہم نے تمہیں آئیے اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید اسی دن سے ہو نیلے راگ و رنگ لگین ہوئے شادی کی تیاریاں مقرر کیا نیک ساعت کا دن</p>	<p>لکھا بعد حمد و ثنا سے خدا کہ نامہ تمہارا جو سر بستہ تھا شریعت کے عالم میں مجبور ہیں اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر آئیں ابھی گھر سے نکلے ہو اور کون کی طور کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں وے گیا کریں رسم دنیا ہے یہ زبس پاس ہو ہلکو شروع رسول خلاف پیہر کسے رہ گزید اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے گیا اپنی لے کے نامہ اُدھر سُنی یہ جو نامہ کی گفت و شنید کفادہ ہوے دل جو تھے غم و تنگ ہوئیں بر طرف سب دل زاریاں بلا شکلیوں کو بتا سال و سن</p>
<p>داستان بنیظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اور اُسکے محل میں دھری آج اُس شمعرو کی لگن</p>	<p>کہ صر ہے تو اسے ساقی گلبدن</p>

بلا مطربان خوش آواز کو
 وہ اسباب شادی کا تیار ہو
 بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
 محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
 کروں اُس محل کو کیونکر عیان
 وہ دوٹھکے اُٹھے ہی اک ٹل پڑا
 کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا
 لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
 کسی نے کسی کو پکارا کہیں
 کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
 جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
 سپر اور قبضے کھڑکنے لگے
 ٹکڑے وہ توبت کے اور اُنکے بعد
 وہ شہنائیوں کی سُہانی دھنیں
 ہزاروں تھامی کے تخت روان
 وہ جھلون کا بجنا اور اُنکی صدا
 وہ نوشتہ کا گھوڑے پہ ہونا سوا
 ٹھٹھک کر وہ گھوڑوں کا چلنا جھل

کہ آوین لیے اپنے سب ساز کو
 مگر نہ پھر جسکی تکرار ہو
 چڑھا بیاہنے وہ مہربان فروز
 بچے شادیاں ہم ایک بار
 کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان
 لگا دیکھنے اُٹھ کے چھوٹا بڑا
 کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
 ارے رتھ نشانی مری لائیو
 نہ لانے پہنچانے کے مارا کہیں
 پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار
 کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں
 سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے
 گر جتا وہ دھوسوں کا مانند رعد
 جھنیں گوش زہرہ مفصل سنیں
 اور اہل نشاط اُنپہ جلوہ کنان
 یہ گانا کہ اچھا بنا لاؤ لا
 وہ موتی کا سہرا جواہر کے ہار
 ہما کی وہ دونوں طرف توجہ میل

وہ فائوسین آگے زمرہ نگار
دورستہ جور وشن چراغان ہوئے
ہوا دل جور وشن چراغان سے
چراغون کے تڑپو لیے جا بجا
کوئی پان نیچے کھلوانے کوئی
تہا شایون کا جُدا اک ہجوم
کڑکنا وہ تو بہت کا باجون کے ساتھ
براتی ادھر اور ادھر جوق جوق
وہ کالے پیادے اور انکی نفیر
وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے
وہ آبرک کی ٹٹی وہ تینے کے جھاڑ
دورستہ برابر برابر وہ تخت
وہ رنگین کنول وروہ شمع وچراغ
جہان تک نظر آوے انکی قطار
آنا رونا کا دغنا بھینے کا زور
اڑایا ستارون کو جو آگ بنے
وہ مہتاب کا چھوٹا بار بار
دُھوان چھپ گیا نور میں نور ہو

کہ ہو سبز مینا جنھون پر نثار
پتنگے خوشی سے غزلخوان ہوئے
پڑھے شعر نوری کے دیوان سے
اور ان میں وہ بازار یون کی صدا
کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی
پتنگے گرین جون چراغان پہ جھوم
گر جنا وہ دھونسنون کا ڈنکونے ساتھ
وہ آوازِ قرنا اور آوازِ بوق
کہ تا چرخ پہونچے صدا انکی پیہر
وہ ہاتھی کہ وہ دیو تھے جنگ کے
کہے تو کہ تینے کی اوجھل پہاڑ
کسی پر کنول و کسی پر درخت
کھلے جس طرح ناز نور باغ
طاسمات کی سی ہوا پر بہار
ستارون کا پھٹنا پٹا خون کا شور
تو ہاتھی لگے بن پہلے بھاگنے
ہراک رنگ کی جس سے دونی بہار
سیاہی اڑی شب کی کا نور ہو

کہ جون نور کے مشتعل ہوں پہاڑ
 پھرین برق کی طرح ایدھر اُدھر
 زمین اور زمان بھر گیا نور سے
 کہوں وان کے عالم کی کیا تجھ سے بات
 دھرے لکھے گردِ عنبر بہشت
 کرین عالم نور جسکو پسند
 تہامی کے عالم کا چوکور فرش
 چڑھیں موم کی بتیان چار چار
 دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے
 ملے ایک سے ایک سب پیش و پس
 شرابِ خوشی کے کیے نوش جام
 برابر فرسیقون کا آ بیٹھنا
 دکھائی وہ آ صورتیں ناز سے
 قدیمی کسی وقت کا سماں
 جمانا کھڑے راگ کا دیکے دل
 بے سُر طنبور وں کے بایکدگر
 جتنا ناہنرا اپنا پہنے پہل
 وہ بوٹا سا قد اور گھڑے کی چال

سراسر وہ مشعل کے ہر طرف جھاڑ
 زری پوش سردار سب یکدگر
 کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
 تجب آئی وہ دُلمن کے گھر پر بات
 ہوا وانکی صحبت کی رشک بہشت
 کھڑے باد لون کے وہ خیمے بلند
 عجب مسداک جنگلی اور فرش
 بلورین دھرے شمع دان پیشمار
 نئے رنگ کے اور نئے طور کے
 تماشا بیون کی یہ کثرت کہ بس
 دوزا نو زری پوش بیٹھے تمام
 وہ دو طحا کا سند پہ جا بیٹھنا
 طوائف کا اٹھنا وہ انداز سے
 کروں راگ اور ناچ کا کیا بیان
 وہ اربابِ عشرت کا آپس میں مل
 وہ آئین کی تائین اُدھر اور اُدھر
 اور اس صفت سے اک چھو کری کا کل
 اُلٹنا وہ ٹھوکر کو دیدے کے تال

کبھی پرملون کی دکھانی ادا
 کبھی کھٹ سہری ناچنا ذوق سے
 ادھر کی تو یہ گیت اور اسکا بٹھاؤ
 کھڑے ہو کے دو گھونٹ حقہ کے لے
 انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
 لٹ آستین اور مہری کا چاک
 بنا کنگھی اور کر کے آبر و درست
 دوپٹے کو سر پر لٹ اور سنبھل
 پکڑ کان اور گھونگروں کو اٹھا
 ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ
 فتح چند کے ہاتھ کی صورت ایک
 کبھی ناچنا اور گانا کبھی
 خوش وازیوں سے وہ گانا خیال
 وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ
 وہ پھولوں کے گینے کناری کے تار
 وہ پیروں کے پتے پڑے ہر طرف
 ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور رنگ
 وہ گہری سی شادی مبارک وہ ڈھول

کہ جون ٹوٹ کر ہووے بجلی ہوا
 کہ تیور کے عاشق گہرے شوق سے
 ادھر اوٹ میں نائیک کا بناؤ
 چٹا پان اور رنگ ہوٹھو نہرے
 وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی
 نئے سر سے انگلیا کو کرٹھیاک ٹھاک
 جھٹک امن اور ہو کے چالاک چست
 یکایک وہ صف چیر آنا نکل
 پہن پانوں میں اپنے سر سے چھو
 چلی ناچتی آنا سنگت کے ساتھ
 لجائی ہوئی پچاند سی صورت ایک
 رنجھانا کبھی اور بت نا کبھی
 دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال
 وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ
 وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار
 وہ دل جیسے دیکھ ہو ہر طرف
 محل میں ادھر گھوڑیاں اور سماگ
 وہ ٹوٹے سلونے وہ میٹھے سے بول

<p>کھلین پھول جیسے چمن در چمن شاسٹ وہ پھولوں کی تھپڑوں کی مار وہ آپس کی سیمیں وہ آپس کے چاؤ سہانی سہانی نئی گالیان نڈتے گے عالم کوئی یہ کہیں</p>	<p>اُترنے کی وان سماعتوں کے پھین گلے میں پہننا وہ ہنس ہنس کے ہار دکھنا وہ بن بن کے اپنا بناؤ قہقہے ہنسی شور و غل تالیان غرض کیا کہوں تاب بھر میں ہمیں</p>
<p>داستان نکاح ہونا بنیظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شاہی نجم النساء کی پریراد سے اور رخصت ہونا آپس میں</p>	
<p>مجھے بدلے اب مے کے شربت پلا کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں پلاسب کو شربت دیے ہار پان محل میں بلائے کی ٹھہری صلاح اُڑے جیسے بلبل چمن کی طرف ہوئے ٹوٹے لاکھ ہر شکون کہ دوٹھا دھن جب ہوئے ایجا وہ منہدی سہانی وہ چھوٹوں کی ہاس کھلے ملے آپس میں دو نوٹے بھاگ دھرا بیچ میں سر پہ آ بچل کو ڈال خدائے کیا آن کی آن میں</p>	<p>چھکا ہوں نشے میں بہت ساقیا کسی پر نہ ایسا ہو جو ہار ہوں ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان اُٹھا پھر تو نوشہ وہ بعد از نکاح چلا یوں وہ دوٹھا دھن کی طرف وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں ہوا لیکن اسوقت دونا مزا عروسی وہ گنا وہ سو ہا لباس ملا سرخ جوڑے پہ عطر شہاگ دکھا مصحف اور آرسی کو نکال نہ تھا وصل اس طرح کا دھیان میں</p>

عجب قدرتِ حق نمایان ہوئی
وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم
کسی نے پسائے نہ روج آنکر
سہاگا گئی کان کو کوئی لگا
وہ شیریں جو بیٹھی تھی شیریں بی
چٹائی نہ بات اُسکے اس گھات سے
زبس دل آٹھ اُسکا ہر جا پہ بند
اچھی مٹی اُسکی آنکھوں سے یوں
ڈلی وہ جو ہونٹوں کی تھی لب ملی
کمر سے اٹھائی ڈلی اس طرح
ذرا پائون پر کی اٹھاتے اڑا
یہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار
عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئیں
وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم
سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت
کھڑے سب کا ناچار منہ دیکھنا
وہ دُلسن کا رور و کے ہونا جدا
تھکتے وہ جانا محل سے جہیز

جسے آرسی دیکھ حیران ہوئی
وہ آپس میں دوٹھا دُلسن کی رسوم
کوئی گالیاں دے گئی جان کر
گئی کوئی دُلسن کی جوتی چھو
نبات اُسکی چنیز - بنے کوہنی
کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے
سبھی جا سے اُسے چنی کر پسند
کرین نوش بادام شیریں کو جون
وہ مصری کی منہ سے اٹھالی ڈلی
کہ ہان ہون نہیں کی نہیں جس طرح
نہیں اور ہان کا عجب غل پڑا
وگر نہ دل اس پائون پر تھا نشانہ
کہ باتیں وہ مصری کی ڈلیاں ہوئیں
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
وہ دُلسن کی خست وہ روز کا وقت
کہ یارب یہ کیا ہے جہان پہ کھنا
وہ مان باپ کا اور رونا جُدا
کہ جون چشم سے اشک ہو موج خیز

یہاں موت ہے اہل عرفان کو
وہ جو درد مندی سے ہیں آشنا
وہ دوٹھانے دلس کو گودی اٹھا
چلے لیکے چند ول جسم کمار
کھڑے تھے جو اچھپم ورنے کیسے
اور اوروں دھراپنے سرے کو چیر
سوار اپنے ٹھوڑے پہ ہو کر شتاب
دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان
وہ پیچھے تو چند ول میں رشک ماہ
پھر اٹھ کر اپنے قدم با قدم
غرض اس طرح جب وہ دلس کو بیاہ
ہوئی وہ جو ہوتی تھی رسم و رسوم
اٹھایا اسی دھوم میں لگتے ہاتھ
وہ نجم النساء تھی جو دخت و زیر
کہا باپ کو اُسکے اے خیر خواہ
سو میں تجھ سے رکھتا ہوں اک التجا
غرض ہر طرح کر رضا مند اُسے
پریرا دتھا وہ جو فیروز شاہ

کہ جانا ہوا کہ دن یوں ہی جان کو
وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا
بٹھایا محافے میں آخر کو لا
کیا دو طرف سے زرا سپر نثار
سو رتھ خوں نے پچھا ور کیے
وہ اک چاند امنہ دکھا بنیظیر
کہ جون صبح ہو وے بس آفتاب
لیے ساتھ ساتھ اپنی نوبت سر
اور آگے وہ خورشید عالم پناہ
سواری لگا گھر میں اُترا صنم
لے آیا جہان اُسکی تھی عیش گاہ
کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار دھوم
پریرا دکا بیاہ جو تھی کے ساتھ
گیا اُسکے والد کے بنیظیر
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
کہ تو اپنی فرزند می میں اُسکو لا
کیا چال میں اپنے پاہر اُسے
دیا اُسکو نجم النساء سے بیاہ

اسی دھوم سے اور اسی فوج سے
وہی سب تھل وہی سب رسوم
دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں
اسی طرح اسکو بیاہا غرض
خدا راست لایا انھوں نے۔ وہ
ہوئیں متصلا یہ تو دو شادیاں
پھر۔ دن تو اپنے وطن کو پھرے
توٹی سے لیے حرمت و جان و مال
وہ نجم النساء اور وہ فیروز شاہ
رضائے لیکر اسی آن میں
یہ اقرار چلتے ہوئے کر گئے
تم اس غم سے مت ہو جو سینہ ریش
تسلی وہ دیکر ادھر کو چلے

اسی شان سے اور اسی اوج سے
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اُسکے دھوم
برا بر رہی چہل دن راست میں
جو کچھ قول تھا سو نبیا غرض
برائے ذلزلہ کے مطالب تمام
بسین ایک جاچار آبادیاں
وہ آشفہ بلبل حین کو پھرے
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال
فلک پر سے ہو مثل خورشید و ماہ
گئے شاد و خرم پرستان میں
کہ گو تم ادھر اور ہم ایدھر گئے
کہ ہم تم سے ملتے رہیں گے ہمیش
یہ ایدھر لیے اپنا لشکر چلے

داستان بنیظیر کی بد منیر کو اپنے وطن لیجانے اور مان باب
سے ملاقات کرتے ہیں

کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام
کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے
اور آنکھوں سے دیکھا وہ بدر کمال

پلا سا قیا آخری ایک جام
وہ نزدیک پہونچے جب اس شہر کے
ایا جبکہ خلقت نے تفتیش حال

پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غل
 خبر یہ ہوئی جبکہ مان باپ کو
 زبیں دل تو تھا یاس ہی سے بھرا
 لگے رونے آپس میں زار و نزار
 ملا دینگے ہم سے ہمارا حبیب
 یہ ہو گا کوئی دشمن ملک و مال
 کوئی اسکا وارث تو آخر نہیں
 کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
 مکرر سنا جبکہ بیٹے کا نانو
 وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا دھڑ
 جوہن اپنے کعبے کو دیکھا روان
 گرا پانو
 پر کہ کے یہ باپ کے
 سنی یہ صدا جوہن اُس ماہ کی
 اٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا
 یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا
 ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے
 وہ گل گل شگفتہ ہوا گل کی طرح
 ہوے شاد و خرم صغیر و کبیر

کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل
 کیا گم اُنخون نے وہیں آپ کو
 یہ سن ہاتھ اور پانو
 گئے تھر تھرا
 کہا ہاے ہمکو نہیں اعتبار
 یہ دشمن نہیں ایسے اپنے نصیب
 سو میں آپ ہی ہوں گرفتار حال
 وہی لیکے جاوے یہ جھگڑا کہیں
 یہ بیٹا تھا را وہی ہے وہی
 چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پانو
 پڑی باپ پر جو یکا یک نظر
 چلا سر کے بل بنیظیر حسان
 خدا نے دکھائے قدم آپ کے
 تو اس غم رسیدہ نے اک آہ کی
 لپٹ کے گھڑی دو تلاک خوب سا
 کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا
 کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے
 یہ گل کی طرح اور وہ بلبل کی طرح
 چلے لیکے نذرین امیر و وزیر

مے عیش سے سب کو مستی ہوئی
 بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے
 وہ پھولا جو تھا بھجر کے داغ میں
 زمانہ سواری اُتر واکے ساتھ
 در آمد ہوا گھر میں سرور و روان
 کہ اتنے میں اُس کے نظر جو بڑی
 سہی چشم سے آنسوؤں کی قطار
 وہ مان خوب بیٹے کے لگ کے گل
 بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا
 ہوئی جان اور جی سے اُبھر نثار
 بھر ہر جو تھے در و در غم کے داغ
 سب آپس میں رہنے لگے مل ملا
 وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں
 آپس باپ مان کو تھی سر سے کی چاہ
 آنکھوں گر میں اُس بیاہ کی دھوم دھام
 بناؤ نئی تقدیر کا جو بناؤ
 وہ جیسی کہ اُس باغ میں تھی خزان
 گل میں عجائب ہوئے چھ

نئے سر سے آباد بستی ہوئی
 بجاتے ہوئے نو بتیں شان سے
 ہوئے جا کے داخل اُسی باغ میں
 پکڑ اُس گل نوش گفہ کا ہاتھ
 لیے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان
 تو دیکھا کہ ہو راہ میں مان کھڑی
 اگر امان کے پانوں پہ بے اختیار
 یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
 وہ دونوں کی دو ہاتھ سے لے بلا
 پیار پانی اُن دونوں پر وادار
 سمجھے وصل سے بھر کے وہ چراغ
 پھر آئے چمن میں وہ گل کھل کھلا
 زمینیں جو تھیں خشک گلشن ہوئیں
 دوبارہ اُنھوں نے کیا اُسکا بیاہ
 تو پھر یہ کہانی نہ ہو وے تمام
 نکالی اُنھوں نے یہ سب دل کی چاؤ
 بسے آ کے پھر اُس میں سب گل خان
 وہ مہر جہان گل پھر ہوئے لعل

ہو اشہر پر فضل پروردگار
وہی لوگ اور وہ ہی چرچے تمام
وہی بلبلیں اور وہی بوستان
آنکھوں کے جہان میں پھرے جیسے دن
ملین سب کے بچھڑے الکی تمام
ہوے جیسے وہ شاد ہوں شاد ہم
رہے شاد نواب عالی جناب
خوشی اسکی ہے سرو باغ مراد
حق حسین و بحق حسن
ذرا منصف و داد کی ہے یہ جا
زبس عمر کی اس کہانی میں صرف
جوانی میں جب بنگیا ہوں میں پیر
نہیں مثنوی ہے یہ اک پھلچھڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان
رہیگا جہان میں مرا اس سے نام
ہر اک بات پر دل کو میں خون کیا
اگر واقعی غور نکاس کیجیے
غرض جسے اسکو سنایا کہ

وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی ناز و انداز کے اپنے کام
شگفتہ گل و مجمع دوستان
ہمارے تھارے پھرین ویسے دان
بحق محمد علیہ السلام
رہیں شہر میں اپنے آباد ہم
کہ ہی آصف الدولہ جسکا خطاب
رہے روشن اسکا چرخ مراد
رہوں شاد میں بھی غلام حسن
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حروف
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بنینہ
مسلل ہے موتی کی گویا لڑی
نہیں مثنوی یہ ہے سحر البیان
کہ ہے یادگار جہان یہ کلام
تب اس طرح رنگین یہ مضمون
صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دستہ
حسن آفرین مر جا کر جب

جو منصف سنین گے کہین گے یہی مرے ایک مشفق ہیں مرزا قتیل سنی ثنوی جب یہ مجھ سے تمام زبس شعر کہتے ہیں وہ فارسی آنھوں نے شتابی اٹھا کر قلم	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی کہ ہیں شاہراہ سخن کی لیل دیا اسکی تاریخ کو انتظام ہر اک شعر انکا ہے چون آرسی یہ تاریخ کی فارسی میں رستم
--	--

تاریخ طبع زاد مرزا قتیل

بہ گفتیش تاریخ این مشنوی ز دم غوطہ در بحر فکر رسا بگو شمر ز ہاتف رسید این ندا	کہ گفتش حسن شاعر دہلوی کہ آرم بکف گو ہر مدعا بر این مشنوی باد ہر دل ادا
---	---

تاریخ طبع زاد مصحفی

میان مصحفی کو جو بھایا یہ طور کسی اسکی تاریخ یوں بر محل	آنھوں نے بھی کر فکر از راہ غور یہ بتخانہ چین ہے بے بدل
--	---

تاریخ فرالدین ماہر

سنی جبکہ ماہر نے یہ ثنوی یہ مصرع پڑھا وہین پا کر فرح	تو محفوظ ہو مگر تاریخ کی ہے اس ثنوی کی یہ نادر طرح
---	---

خاتمہ المطبع - بیوان اللہ کہ قصہ بنظیر بدین مشہور بہ ثنوی میرسن منظومہ سر دفتر شعرائے زمن میرسن
مرحوم بابہ تمام کسار ابو الحسنات قطب الدین احمد غفرلہ اللہ الصمد بہ دیر اظہر حقیقہ بار ماہ اپریل
۱۹۱۵ عیسوی مطابق ماہ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری معنی نامی آنھوں میں چھپی

اشتہارات

عامر و صفیہ یا عبرت انگیز۔ یہ ناول دیکھنے والا تو زبان اچھی محاورات صحیح نتیجہ پڑا قیمت فی جلد ۲۲

خون جگر یا نیلو فر۔ یہ سچا تاریخی ناول سلطنت عثمانیہ غازی سلطان مراد خان والا حکم سردیا و بلگر یا کی جنگ اور شاہزادی نیلو فر کے واقعات کا فوٹو قیمت فی جلد ۱۵

سلیم و مہر النساء۔ اس ناول میں تاریخی اصول سرشاہنشاہ نور الدین سلیم مخاطب یہ جہانگیر شاہ اور ابو مہر النساء لقب یہ نواب نور جہان بیگم کی مواصلت اور آپس کی محبت کا فوٹو اور تارا ہے قیمت فی جلد ۲۲

خورشید بہو۔ یہ ناول اخلاقی ناولوں میں اعلیٰ درجہ کا ناول ہے زبان صاف مصلحات صحیح مضمون پاکیزہ قہر انگیز درد آئیز شریف مرد عورت بیابانی کنواری دونوں کی اصلاح اخلاق کے واسطے مفید ساری کتاب میں کوئی لفظ خفش یا غیر مانوس نہیں قیمت فی جلد ۲۲

جذبہ حسن۔ یہ ناول انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے جسکے مؤلف لارڈ لٹن صاحب بہادر تھے اپنی دو دور چلیں گے کا سین ڈھکڑا گیا ہے قیمت فی جلد ۱۸

جفا سی ناز۔ حضرت دشنی نگر امی کی تالیفات صحیحہ بدو و دل بھی آنکھوں سے لگانیک لائق ہے ہندش صاحب اور در دست عبارت خوب قصہ مرغوب بول جال بیاری کی ایسی جبر دل حدتے جان داری قیمت فی جلد ۵

حسن۔ یہ ناول منشی محمد عبدالحمید صاحب کی قوت کا بہت اچھا نمونہ ہے قیمت فی جلد ۱۸

امتی۔ یہ سچا قصہ بطور ناول منشی عبدالحمید صاحب کی تالیفات سے ہے قیمت فی جلد ۲۲

یہ سلطانہ۔ اس ناول میں دو عجیب و غریب حیرت انگیز کردار ہیں جو پہلی صدی ہجری کی یادگار ہے قیمت فی جلد ۲۲

اشک خون یا اللہ لا بیٹا۔ اس ناول میں اولاد کو تعلیم و تربیت سے بے بہرہ رکھنے کے خراب نتائج دکھائے گئے ہیں قیمت فی جلد ۴

ولبر۔ اس ناول میں جناب عبدالشکور صاحب فرحت گورنمنٹ آف انڈیا بی بی ڈیوڈی نے ادون حالات کا فوٹو اور تارا ہے جو وقت تعلیم نسوان نوجوان معلموں کے سبب سے پیدا ہونے کے لقیۃ العرط کیوں سے خون تھکواتے اور اونکے والدین سے کوین جھکواتے ہیں قیمت فی جلد ۹

رہبر۔ اس ناول میں جناب ڈاکٹر سید احمد حسین صاحب نے ایک سچے بہادر با وفا عاشق اور معشوق کا نہایت تہذیب سے فوٹو دکھایا ہے رزم۔ بزم سیکو کا تھ سے جانے نہیں دیا جو باتیں ناول میں ضروری ہیں وہ سب اسمین موجود ہیں زبان اچھی قصہ عمدہ نتیجہ بہتر۔ قیمت فی جلد ۱۲

محبوس کشت۔ اگرچہ یہ ناول کے طرز پر لکھا گیا ہو مگر یہ صحیح تاریخ اوس زمانہ کی ہے کہ جب ہجری ستھ لکھا جاتا تھا اور غازی سلطان محمود سوم نے اسلامی حملوں سے خون کے دریا بہا دیے بہادر چھریوں کے ہاتھوں کے طوطے اور ڈا دیے تھے یہ ناول نہیں ہے بلکہ جنگ سومات کا پورا فوٹو ہے قیمت فی جلد ۴

خواب عبرت۔ یہ ناول اسم با سمری بڑی عبرت کا قصہ ہے پڑھنا تو درکنار نالیتے رو گنگر کھڑے ہو جاتے ہیں قیمت فی جلد ۱۸

عثمان مریم۔ مؤلفہ لائف الشوریٹ کیٹ لسن حسین جنگ صلیبی کے بعض جنگ اور سلطانین یورپ کے مختصر سوشل حالات کے ساتھ پردہ نسوان کے فوٹو کا ذکر ہے قیمت فی جلد ۱۲

خون آکر زو۔ نہایت حسرت انگیز نتیجہ خیز ناول حضرت دشنی کی یادگار ہے۔ سچ قیمت فی جلد ۲۲

اشتمارات

نسیم آرزو۔ اس ناول کی خوبی عبارت پر اگر لحاظ نہ کیا جاوے تو بھی عبرت آمیز درد کا بھرا ہوا قصہ ہے قیمت فی جلد ۲۰

رشید و زہرہ۔ یہ نہایت دلچسپ ناول ہے قیمت فی جلد ۲۰
عمیر و ریحانہ۔ اس ناول میں پولیس کی کارروائی اچھی دکھائی
قیمت فی جلد ۲۰

منصور و خوشید جمال۔ یہ ناول سوختہ دلوں کی آتش شوق بھڑکانے کے واسطے اچھا خاصہ آلہ اور پرستہ جگہوں کو جلا جلا کے مارتے کے واسطے بیڑ حب آتش کا پرکار ہے قیمت فی جلد ۲۰

جغای حسن۔ اس ناول میں ایک شریف خاندان کے مدوجز کو عبرت ناک لفاظ میں لکھا ہوا قیمت فی جلد ۲۰

سعید و زکیہ۔ اس ناول میں مؤلف نے یہ لطف دکھایا ہے کہ پورا پورا قصہ ہر دو کی زبان سے بیان کیا ہے اور اس مثل کو اپنی بیٹی آپ خوب کہی جاتی ہے سچ کو دکھایا گیا
قیمت فی جلد ۲۰

معشوقہ و عرب۔ اس ناول میں لائق مصنف نے اہل عرب اور ترک کے طرز تمدن کا اچھے پیرایہ میں فوٹو اوتارا ہے قیمت فی جلد ۲۰

جنتری صبر سالہ۔ ابتداء ۱۲۱۷ء لغایت ۱۲۱۸ء مطابق ۱۳۱۶ء لغایت ۱۳۱۷ء ہجری مرا فنی ۱۳۲۶ء لغایت ۱۳۲۷ء فصلی موافق ۱۸۷۷ء لغایت ۱۸۷۸ء ہجری
قیمت فی جلد ۲۰

جنتری بست سالہ۔ ابتداء ۱۲۱۷ء لغایت ۱۲۱۸ء مطابق ۱۳۱۶ء لغایت ۱۳۱۷ء ہجری ۱۳۲۶ء فصلی ۱۸۷۷ء لغایت ۱۸۷۸ء ہجری
قیمت فی جلد ۲۰

فی جلد ۲۰

سجائب الحلو قات آرزو۔ یہ کتاب دل عربی زبان میں تھی پھر فارسی میں اس کا ترجمہ ہوا بعد اسکے اردو زبان میں ترجمہ ہو چکی

ہمیشہ بادشاہ سے لیکے فیر تک اس نادر اور جامع علوم کتاب کو حوزہ جان نانا کا شوق رہا یوں نہ کہ تعریف بیکار ہو قیمت فی جلد ۲۰

گلدستہ یوسفی۔ اس کتاب میں خواجہ محمد یوسف صاحب یوسف نے بڑی کوشش اور جان ناپائی سے اکثر نامی اور لائق شعرا کی غزلیں انتخاب کیا

روایع دار لکھنؤ میں بھی بات یہ کہ اس وقت عام گلدستوں اور ادب کتب سے جتنیں متفرق شعرا کی غزلیں لکھی گئی ہیں یہ گلدستہ منتخب ہے قیمت فی جلد ۱۰

کلیات صبا۔ یہ کلام فصاحت انضمام میر و زبیر علی مرحوم تخلص صبا شاگرد خواجہ حیدر علی مرحوم تخلص آتش کا ہے قیمت فی جلد ۲۰

فغان بلبیل۔ اس کتاب میں مجیدہ جیدہ غزلیں اور ٹھہریان داد سے داد اور سے ویلو دکھتا چ دوبارہ وغیرہ درج ہیں قیمت فی جلد ۱۰

دیوان ذوق۔ یہ دیوان آرزو زبان میں نواب محمد ابراہیم خان ذوق کی یادگار سمجھی قیمت فی جلد ۵۰

دیوان غالب۔ یہ دیوان آرزو زبان میں مرزا نوشہ غالب بلوی کی یادگار سے ہے قیمت فی جلد ۳۰

دیوان وارث۔ مؤلف مولوی حافظ سید وارث علی صاحب وارث قیمت فی جلد ۲۰

نوٹ۔ محصول الاک کے واسطے تخفیفاً اس میں روپیہ ہزارہ قیمت کتب زائد مر حمت فرمائیے۔
التماس۔ یہ جملہ کتب قید وصول ہونے سے یا بعد وصول دیوبند اہل ارسال ہو سکتی ہیں۔
المشتہ

قطب الدین احمد پر پراکٹ نامی پولیس لکھنؤ کٹرہ اوترا ہیں

